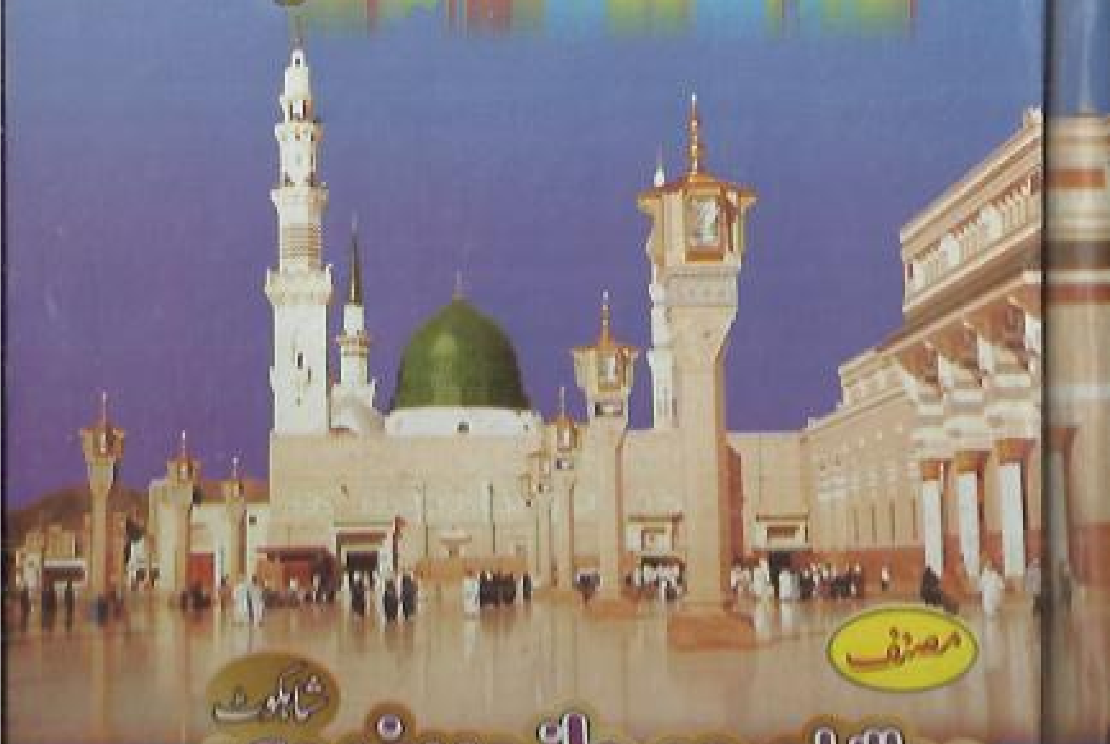
إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ﷺ

القاسم



مصنف

مولانا محمد انور رضوی
شاہکوٹ

یا اللہ جل جلالہ　　　　　　یا محمد ﷺ

القاسم

نبی الکریم علیہ الصلوۃ والسلام کی عطا و سخا پر بہترین

حسین تحفہ

تصنیف

مولانا محمد انور رضوی

گاہندراں چک نمبر 86 ر۔ب، تحصیل شاہکوٹ ضلع ننکانہ صاحب پاکستان

نام کتاب	**القاسم** معہ ضمیمہ منبع العینین باسم سید الکونین ﷺ
صفحات	۱۸۲ مجلد
مصنف	مولانا محمد انور رضوی
ناشر	مکتبہ فیض رضا شاہ کوٹ نوری مسجد
قیمت	70 روپے
تاریخ اشاعت	ماہ ربیع الاول شریف ۱۴۲۸ھ مارچ ۲۰۰۷ء
بار	دوم
تعداد	ایک ہزار
ٹائٹل ڈیزائننگ	محمد عقیل عابد
مطبع	محسن کمپیوٹر پرنٹرز منشی محلہ گلی نمبر 6 امین پور بازار فیصل آباد

ملنے کے پتے

1- مکتبہ اعلیحضرت الحمد مارکیٹ دوکان نمبر 25 غزنی سٹریٹ 40 اُردو بازار لاہور
2- مکتبہ قادریہ داتا دربار لاہور
3- مکتبہ مسلم کتابوی لاہور
4- مکتبہ روحانی پبلشرز دربار مارکیٹ 8C لاہور
5- مکتبہ چشتیہ جھنگ بازار فیصل آباد
6- مکتبہ نور جامعہ مسجد خضرا پیپلز کالونی نمبر 1 فیصل آباد
7- مکتبہ سلطانی ارشد مارکیٹ بازار فیصل آباد
8- مکتبہ رضائے مصطفے شاہکوٹ

بندہ احقر بصد عجز و نیاز ہدیہ کتاب ہذا کو

بخدمت حضور عالی سرتاج سالار عاشقاں مرکز ہدایت عارفاں سیّدی و مرشدی حضرت قبلہ شیخ الحدیث و تفسیر محدث اعظمؒ الحاج علامہ مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں پیش کرتا ہے۔

جن کی ذات ہستی نے عشق مصطفےٰ ﷺ میں ڈوب کر اس دنیا میں عالم اسلام کو درس حدیث شریف سے نوازا اور نعرہ یارسول اللہ ﷺ کو ہر جگہ بلند فرمایا ہم سب کو ان کے ارشاد گرامی اور طریقہ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت کے مزار پر انوار پر ہمہ وقت نور کی بارش نازل فرمائے آستانہ عالیہ محدث اعظم کے روحانی فیض اقدس سے تاقیامت چشمہ فیضان آب حیات جاری و ساری رکھے۔ آپکے جانشین حضرات صاحبزادگان کو عمر دراز اور عمل کثیر کی دولت بخشنے کے ساتھ مراتب و درجات بلند فرمائے۔

آمین ثم آمین

انتساب

شیخ الاسلام فنافی الرسول ﷺ نائب غوث اعظم فی الہند امام اہل سنت، مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان محدث فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے نام میں کتاب ہذا کو منسوب کرتا ہوں۔

جن کی ہستی افکار نے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور فیضان غوث اعظم سرکار بغدادی رضی اللہ عنہ کی امین ہونے کے ساتھ ساتھ اہل اسلام کیلئے قابل فخر سرمایہ اور بے دین گستاخوں کے حق میں سیف القاطعہ مسلم وتسلیم ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو انکے فیضانِ روحانی و باطنی سے ہمیشہ منور و مستفیض فرمائے۔

آمین ثمہ آمین

قارئین حضرات کی خدمت میں التماس وگزارش ہے کہ کتاب ہذا کو وقت مطالعہ بچشم حسن دیکھے اگر کسی مقام پر کوئی کمی نظر آئے تو برائے کرم مطلع فرمادیں عین کرم وشفقت ہوگی۔

طالب دعائے خیر راقم

فہرست

تقریظ مبارک

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد انور صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کی تصنیف لطیف سے چند مقامات پڑھنے کا شرف حاصل ہوا جس کو پڑھ کر خوشی محسوس ہوئی بلکہ ان کی طالب علمی کی محنت کا زمانہ یاد آ گیا۔ غالباً 1954ء جس زمانہ میں حضرت قبلہ موصوف شرقپور شریف کے جامعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں استاذ الاساتذہ ابوالسعید حضرت علامہ مولانا حافظ محمد علی صاحب پسروری کے پاس ہمارے ساتھ قانونچہ کھیوالی پڑھتے تھے اور اس کے قوانین اور ابواب کو اس طریقہ سے یاد اور حفظ فرماتے تھے کہ اہل محلہ کو بھی پتہ چل جاتا تھا کہ کوئی صحیح محنتی طالب علم سبق یاد کر رہا ہے۔ بلکہ ان کا قوانین کو یاد کرنا ضرب المثل تھا۔ حضرت نے محنت شاقہ سے درس نظامی کی کتب کو یاد فرمایا بلکہ تکمیل علوم کے بعد حضرت نے کئی علاقوں میں تبلیغ دین کا وہ طریقہ اپنایا جو کہ ہمارے اسلاف صالحین کا طریقہ ہوتا تھا اس کتاب مسمیٰ ''**القاسم**'' پر حضرت مولانا نے خوب محنت کر کے سلف صالحین کی یاد تازہ فرما دی ہے۔ آخر زماں پیغمبر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات وفضائل کو اس انداز سے تحریر فرمایا ہے کہ ہر خاص وعام کو یکساں فائدہ ہوگا۔ بلکہ انداز بیان کا بھی ضمناً طریقہ بیان فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تصنیف ولطیف کو مقبول خاص وعام فرمائے۔ اور اس پر حضرت کو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے اجر عظیم عطا فرمائے اور توشہ آخرت بنائے۔

آمین ثم آمین

متمنی سید مزمل حسین شرقپوری البغدادی خلیفہ مجاز علی پور سیداں شریف بغداد شریف

نبیرہ و از خاندان حضرت امام بری سرکار، ناظم اعلیٰ جامعہ چشتیہ فیض العلوم ملتان روڈ لاہور 12-15-04

تقریظ سعید

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، استاذ العلماء حضرت مولانا محمد انور صاحب رضوی برکاتہم العالیہ کی تصنیف لطیف "**القاسم**" باصرہ افروز ہوئی جو سید عالم، نبی مکرم قاسم خزائن الٰہیہ جناب احمد مجتبےٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے فضائل وشمائل اور کمالات ومعجزات پر مبنی ہے۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد ومحاسن کی تبلیغ اشاعت ہر اہل علم پر فرض ہے اور اسی فرض کی بجا آوری کے لئے مولانا الموصوف نے قلم وقرطاس کو وسیلہ بنایا ہے۔تا کہ بارگاہ قاسم کنوز باری تعالیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نذرانہ عقیدت ومحبت پیش کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہوں۔

الحمد للہ علی منہ وکرمہ تعالیٰ اس مقصد خیر میں مولانا الموصوف کامیاب نظر آتے ہیں۔دعا ہے رب العالمین ان کی مساعی جمیلہ باریابی کا شرف عطا فرمائے۔اور "**القاسم**" کو مقبول خاص وعام بنائے۔امین ثم امین۔**بجاہ طٰہٰ ویاسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحبہ وبارک وسلم**

فقط

محمد منشاء تابش قصوری (مرید کے)

مدرسہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۲۱ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ 13 مارچ 2004

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ لولیہ والصلوۃ والسلام علی نبیہ و صفیہ وآلہ وصحبہ اجمعین

اما بعد

کتاب القاسم حضرت علامہ مولانا محمد انور صاحب رضوی زیدہ مجدہ کا مرتب کردہ کو بعض مقامات سے دیکھا۔ عظمت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آئینہ پایا۔ جس سے اہل ایمان اور طالبان حق کو اس سلسلہ میں صحیح سمت کی رہنمائی ہو گی۔ مولا تعالیٰ علامہ کی اس سعی نیک کو شرف قبول سے سرفراز فرمائے۔ اور اس کتاب سے اہل اسلام کو ہدایت وحق کی راہ سمجھنے میں ممد ومعاون ونافع بنائے۔ امین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم۔

کتبہ بقلمہ

خادم اہلسنت۔ ابو الفیض محمد عبد الکریم ابدالوی چشتی رضوی عفی عنہ

خادم دار العلوم چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے

عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈنکے بجانا ہر مسلمان کی اسی طرح ذمہ داری ہے جس طرح احکامِ اسلامیہ پر عمل کرنا اور ان کی تبلیغ کرنا۔ ائمہ اسلام فرماتے ہیں کہ جس شخص کا دل حُبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سرشار نہیں وہ ایمان کی حلاوت نہیں پا سکتا۔

حضرت علامہ مولانا محمد انور رضوی مدظلہ نے یہی فریضہ ادا کرنے کے لیے قابلِ قدر کتاب اَلْقَاسِمْ تحریر کی ہے۔ مولائے کریم جل مجدہٗ اسے شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور باعثِ فائدہ عوام و خواص بنائے۔ آمین

۱۹ر شوال ۱۴۱۱ھ
۴ر مئی ۱۹۹۱ء

محمد عبدالحکیم شرف
قادری نقشبندی
لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ
اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا
لَمْ يَنَالُوْا وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا
اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ
وَرَسُوْلُهٗ مِنْ
فَضْلِهٖ

البتہ تحقیق اُنہوں نے کلمہ کفر کہا اور کافر ہو گئے، بعد اپنے
اسلام لانے کے، اور ارادہ کیا اُنہوں نے اس کا جو
نہیں پہنچا اُن کو۔ اور نہیں ناگوار گزرا ان کو
مگر یہ کہ غنی کر دیا ان کو اللہ تعالیٰ
اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
نے
اپنے فضل سے۔ (سورۂ توبہ پ۱۰)

اِنّـــــــــــمَا

اَنَا قَاسِمٌ وَ اللہُ یُعْطِیْ

بیشک میں تقسیم کرنے والا ہوں
اور
اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔

(الحدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

حرفِ آغاز

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ
عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اٰلِہٖ
الطَّاہِرِیْنَ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

خالق کائنات جل مجدہ الکریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے محض اپنے فضل و کرم اور اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقے سے مجھے یہ صحیفۂ نور لکھنے کا شرف عطا فرمایا۔

مَــــــــــیں

نے اس کتاب میں قاسم نعمت رب الارباب حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اقتدار و اختیار کی چند ایسی جھلکیاں پیش کی ہیں۔ جن میں آپ کا تا ابد الآباد خزائن الٰہیہ کو تقسیم فرمانا روز روشن کی طرح واضح اور ظاہر ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ یہ صحیفۂ نور عاشقانِ رسول کے ایمان کو مزید مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کرنے کے ساتھ ساتھ منکرینِ شانِ رسالت کے لیے بھی لمحۂ فکریہ ثابت ہوگا۔ اس لیے میں نے اس کتاب میں نہ تو تصوراتی توجیہات پیش کی ہیں۔ اور نہ ہی غیر مستند حوالہ جات نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ اکثر حوالہ جات اُن کتب سے اخذ کیے ہیں جو منکرین کے نزدیک بھی معتبر اور ثقہ قرار پاتی ہیں۔

دُعا

ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقہ سے
میری اس کاوش کو قبول و منظور فرماکر میرے لیے دنیوی
برکتوں اور نجاتِ اُخروی کا باعث بنائے

اور

عامۃ المسلمین کے لیے مشعلِ راہ ثابت کرے
آمین ثم آمین۔

نیازکش

محمد انور رضوی ڈھاباں، یکم رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیِ رحمت کا قلمدان گیا!
آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا

کہاں ارشادِ ربانی کی وہ تعظیم کرتے ہیں
جو احکامِ رسولِ پاک میں ترمیم کرتے ہیں
کہاں سے شرکِ رضوی آ گیا اگر یہ عقیدہ ہو
خدا دیتا ہے میرے مصطفیٰ تقسیم کرتے ہیں

اِسمِ اَحمد سرِّ وحدت لازوال
طالب و مطلوبِ ربِ ذوالجلال
حق نُما عین النما بدرالکمال
بے مثل و بے مثیل و بے مثال

عارف نوری

محبوبِ خدا سِرِّ اِلٰہ مُجتبیٰ و مُصطفیٰ

نورِ خدا خیرُ الوریٰ صدرُ العُلیٰ بدرُ الدُّجیٰ

حق نما عینُ الثّنا جلوہ فروزاں با خدا

شمسُ الضُحیٰ بدرُ العُلیٰ نورُ الہُدیٰ کہفُ الوریٰ

عارف نوری

محمّد سیّد و میرِ جہاں ہست

محمّد نورِ ایماں نورِ جاں ہست

محمّد مالکِ کون و مکاں ہست

محمّد ہر زماں صاحبِ زماں ہست

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ

عارف نوری

یا رسول اللہ حبیبِ خالقِ یکتا توئی

برگذیدہ ذوالجلال پاک بے ہمتا توئی

نازنینِ حضرتِ حق صدر و بدرِ کائنات

چشم و چراغِ انبیاء نورِ چشمِ ما توئی

شمس تبریزی چہ داند نورِ چشمِ ما توئی

مصطفیٰ و مجتبیٰ و سرور و اعلیٰ توئی

شمس تبریز

شاہنشہ ارضؐ و سما بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہٖ

وصفِ رخِ اُو والضحیٰ کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمالِہٖ

قرآن با خلاقش گواہ حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصالِہٖ

صِدقاً یقیناً را اسخا صلّو علیہ و آلہٖ

یا صاحبَ الجمال و یا سیّد البشر

من وجہکَ المُنیر لقد نوّر القمر

لا یمکن الثنا کما کان حقّہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

اِسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پیارا پیارا نام محمدؐ ہے نام آپ کا، دونوں عالم فدا آپ کے نام پر
عشق کی ابتدا آپ کے نام سے، حُسن کی انتہا آپ کے نام پر
عقل سے ماورئی ہے مقام آپ کا، آسرا غم کے ماروں کا نام آپ کا
عزتیں عظمتیں جنتیں رحمتیں حق نے سب کچھ دیا آپ کے نام پر
آپ کا نام لے کر اے جانِ جہاں بادِ رحمت چلی کھل اُٹھے گلستاں
رقص میں ہے فضا، وجد میں ہے صبا جھومتی ہے ہوا آپ کے نام پر
آپ کے ہی لیے بزمِ عالی بجی، آپ ہیں سب زمانہ کے داتا سخی
لاج رکھ لیجئے کچھ نہ کچھ دیجئے، مانگتے ہیں گدا آپ کے نام پر
سر سے مشکل ٹلے آپ کے نام سے، سب کے دامن بھرے آپ کے نام سے
یہ تو تسلیم: رازق ہے سب کا خدا، پر ہے دیتا خدا آپ کے نام پر
لاکھ طوفاں ہوں آمادۂ سرکشی، آندھیاں بھی ہزاروں چلیں زور کی
وہ یقیناً بھنور سے نکل جائے گا، جو سفینہ چلا آپ کے نام پر
آپ کا نام نامی ہے مشکل کشا، آپ کا نام ہے ہر الم کی دوا
میرا نیاز سلام آپ کی ذات پر، میں نے سب کچھ لیا آپ کے نام پر

عطائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل :۔
وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۚ
اور جو کچھ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم کو عطا کریں، پس اُس کو پکڑ لو۔
اور جس سے روکیں، پس اُس سے رُک جاؤ۔

حضرات محترم! اس آیت کریمہ کا ترجمہ کرنے کے بعد جو بات سامنے آتی ہے
اُس کی ترجمانی شاعر مشرق جناب علامہ اقبال نے یُوں کی ہے :۔

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست
اگر بہ اُو نرسیدی تمام بولہبیست

امام اہلسنت اعلیحضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا خُوب فرماتے ہیں :۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

فقیر عرض کرتا ہے ؎

پھول گلشن میں کھلے بوئے وفا کے واسطے
ہے چمن آور محمدؐ کی ثنا کے واسطے

کسی نے کیا خوب کہا ؎

دی زُباں حق نے ثنائے کبریا کے واسطے
دل دیا محبت حبیب کبریا کے واسطے

ابوالطیب محمد شریف عارف نوری نے کیا خوب کہا ہے ؎

اسمِ احمد سرِ وحدت لازوال
طالب و مطلوب ربِ ذوالجلال
حق نما عین النما بدر الکمال
بے مثل و بے مثیل و بے مثال

معززّ حضرات !

آیت شریف پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے رسول مقبول حضور پُر نُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ جلّ وعلا نے اپنی خصوصی عطا سے مختارِ کُل بنایا ہے۔ اور آپ اپنے خدا داد اختیار سے تمام مخلوقات کو اپنی سخاوت سے نوازتے ہیں۔ اب آپ قرآن پاک کی اس آیت شریفہ کا مطلب معتبر تفاسیر کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائیے۔ تمام مدارس دینیہ میں پڑھائی جانے والی تفسیر جلالین شریف میں شیخ الحدیث والتفسیر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

وَمَآ اٰتٰکُمْ اَعْطَاکُمُ الرَّسُوْلُ مِنَ الْفَیْئِ وغیرہ۔ یہاں مفسرین نے اٰتٰکُمْ کا معنیٰ اعطاکم کیا ہے۔ یعنی جو کچھ تمھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطا کریں اُسے لے لو۔ پھر فرمایا، مِنَ الفیئِ وغیرہ۔ یہاں لفظ مَا کے عام ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کتب اصول میں لفظ عام کی تعریف یوں ہے :۔

وَالْعَامُ کُلُّ لَفْظٍ یَنْتَظِمُ جَمْعًا مِنَ الْاَفْرَادِ اِمَّا لَفْظًا کَقَوْلِنَا مُسْلِمُوْنَ وَمُشْرِکُوْنَ وَ اِمَّا مَعْنًی کَقَوْلِنَا مَنْ وَمَا (اصول الشاشی ص ۶)

یعنی عام وہ لفظ ہے جو اپنی جمعیت کے اعتبار سے سب افراد کو شامل ہو، پھر اُس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو لفظاً ہو گا یا معنًا۔ لفظاً عام وہ ہے جو سب افراد کو مساوی شامل ہو جیسے مُسْلِمُوْن اور مُشْرِکُوْن۔ اور معنًا معنیٰ کے لحاظ سے ہے

جیسے مَن اور مَا. پھر عام کی دو اقسام ہیں۔ ایک وہ جس کے افراد کسی دوسری دلیل سے خاص کر دیے جائیں۔ اور ایک وہ جس کے افراد خاص ہونے پر کوئی دلیل مختص نہ پائی جائے۔ مفسر علیہ الرحمۃ نے مِنَ الْفَیْئِ کے ساتھ غَیْرِہٖ ذکر فرما کر ظاہر کر دیا کہ یہاں عام غیر مختص ہے۔

مطلب

یہ ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں جو کچھ بھی دیں، خواہ مال غنیمت میں سے ہو یا کسی انعام میں سے ہو اُسے لے لو۔

الحمدللہ! حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عطا قرآن مجید کی مقدس آیت سے ثابت ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

تیرے یہاں اے بے نیاز کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

حکمِ رسول کی اہمیت

وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا اَیْ مَا اَعْطَاکُمْ مِنْ مَالِ الْغَنِیْمَةِ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْ اَخْذِہٖ فَانْتَھُوْا عَنْهُ وَلَا تَاْخُذُوْہُ۔

قَالَ الْحَسَنُ وَالسُّدِّیُّ مَا اَعْطَاکُمْ مِنْ مَالِ الْفَیْئِ فَاقْبَلُوْا وَمَا مَنَعَکُمْ عَنْهُ وَلَا تَطْلُبُوْہُ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اِمَّا اٰتَاکُمْ مِنْ طَاعَتِیْ فَافْعَلُوْا وَمَا نَھٰکُمْ مِنْ مَعْصِیَتِیْ فَاجْتَنِبُوْا اَلْحَقُّ اَنَّ ھٰذِہٖ الْاٰیَةَ عَامَّةٌ فِیْ کُلِّ شَیْئٍ یَاْتِیْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ اَمْرٍ اَوْ نَھْیٍ اَوْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ وَاِنْ کَانَ السَّبَبُ

خَاصًّا فَالْاِعْتِبَارُ بِعُمُوْمِ لَفْظٍ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ وَکُلُّ شَیْئٍ اٰتَانَا بِهٖ مِنَ الشَّرْعِ فَقَدْ اَعْطَانَا اِیَّاہُ وَاَوْصَلَهٗ اِلَیْنَا (فتح القدیر، ج ۵ صفحہ ۱۹۱)

یعنی مال غنیمت میں سے جو تمھیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائیں اس کو پکڑ لو جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ حسن وسدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مالِ فئی یعنی غنیمت میں سے جو عطا کریں اُسے قبول کر و جس سے آپ منع فرمائیں اُس کو طلب نہ کرو۔ اور ابن جریج نے کہا جو تمھیں میری اطاعت میں سے دیں اس کو ادا کرو۔ اور وہ جس سے میری نافرمانی سے روکیں اس سے اجتناب کرو۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ آیت شریفہ اس پر ہے جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے امر میں سے ہو یا نہی سے۔ قول ہو یا فعل سب کے حق میں عام ہے۔ اگرچہ
سبب خاص ہے لیکن لفظ کے اعتبار سے عام ہے
تاکہ سبب کے لحاظ سے شریعت مطہرہ میں ملے۔ جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے وہ ہمیں آپ نے ہی عطا کیا ہے یا کچھ ہمیں ملے۔ جس کا آپ وسیلہ ہوتے ہیں وہ آپ ہی کی عطا ہے۔

بغضِ رسول کا انجام

(وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ) مِنْ قِسْمَةِ غَنِیْمَةٍ اَوْ فَیْئٍ (فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ) عَنْ اَخْذِہٖ مِنْھَا (فَانْتَھُوْا) عَنْهُ وَلَا تَتَّبِعْهُ اَنْفُسَکُمْ (وَاتَّقُوا اللّٰهَ) اَنْ تُخَالِفُوْہُ دَسْتَھَا وَتُوْنُوْا بَادٰامِرِہٖ وَنَوَاھِیْهِ (اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ) (لِمَنْ خَالَفَ رَسُوْلَهٗ) وَالْاَجْوَادُ اَنْ یَکُوْنَ ھٰمَا فِیْ کُلِّ مَا اَتٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

وَنَہٰی عَنْہُ وَ اَمْرُ الْفَیْئِ دَاخِلٌ فِیْ عُمُوْمِہٖ (تفسیر الکشاف ص ۵۰۲ ج ۴)
یعنی جو تقسیم غنیمت یا فئی میں سے اللہ تعالیٰ کا رسول تمھیں عطا فرمائے۔ اس میں سے
لے لو جس کے لینے میں سے تمھیں روکے تو اس سے رُک جاؤ۔ اور اس کی اتباع
تمہارے نفس نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی مخالفت نہ کرو۔ احکام و
نواہی پر ہمیشہ عمل کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اُسے سخت عذاب دیتا ہے جس نے
اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ جود و سخاوت عام ہے اس میں جو رسول
صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں تاہم امر الفئی اس کے عموم میں داخل ہیں۔

اَمر و نہی کے ثمرات جلیلہ

(وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ) و آنچہ بدہد شمارا پیغمبر از فئی و غنیمت فَخُذُوْہُ
پس فرا گیرید آں را کہ حق شما است (وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ) و آنچہ نہی کند شمارا
از آں مثل غلول فَانْتَہُوْا۔ پس باز ایستید از آں و محققان بر آنند کہ حکم ایں کلمات
عام است معنی وے ہر چہ امر فرماید پیغمبر بداں آنرا فرا گیرید و فرمان برید و ہر چہ
نہی کند از اں باز ایستد کہ امر و نہی او بحق است ہر کہ مرتکب امر او گرود نجات
یابد و ہر کہ از نہی او اجتناب نہ نماید در ورطہ ہلاک افتد۔ ہر آنکس کہ شد متابع
مائے تو قدم بنجا، و آنکہ خلاف امر تو در زقد ہلک۔ (تفسیر حسینی صفحہ ۱۲۴)
وہ جو تمھیں غنیمت سے دیں لے لو کیونکہ وہ تمھارا حق ہے۔ اور جس سے وہ تم
کو روکے تم رک جاؤ مثل زنجیر کے پس باز رہو اس سے۔ مگر محققین اس امر پہ ہیں کہ
یہ کلمات عام ہیں۔ اور معنی اس کا یہ ہے جس چیز کا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حکم دیں اُسے مان لو اور اُٹھالو۔ اور جس سے روکیں تم رک جاؤ کیونکہ امر و نہی اس
کے ہیں جو شخص مرتکب اس کے حکم کا ہوا نجات پا گیا۔ جس شخص نے اس کی نہی کو

بجا نہ کیا تو وہ تباہی کے چکر میں ہلاک ہوا۔ اس مذکورہ آیت پاک میں معتبر
تفاسیر کے حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عطا فرماتے ہیں خواہ مال غنیمت ہو یا اس کے علاوہ احکام قرآن یا اسرار حکمت
رحمان سب کے قاسم وہ ہیں۔

نیز

وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا
اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗۤ اِنَّاۤ اِلَی اللّٰہِ
رٰغِبُوْنَ ۝ (سورۃ توبہ آیت ۵۹)
اور کیا اچھا ہو اگر وہ اُس پر راضی ہو جاتے جو اللہ و رسول نے ان کو
دیا اور کہتے ہمیں کافی ہے اللہ اور عنقریب ہمیں دے گا اللہ تعالیٰ
اور اُس کا رسول اپنے فضل سے بیشک ہم رغبت کرنے والے ہیں۔

نیز

مِنَ الْغَنَائِمِ وَنَحْوِھَا یعنی اگر وہ لوگ منافق اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ
اور رسول (جل وعلا و صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے ان کو دیا غنیمتوں میں
سے ہو یا اس کی مثل۔ معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اور اُس کے رسول کی عطا
عام ہے۔ کسی محدود چیز کے ساتھ خاص یا مقید نہیں۔ الحمد للہ عطائے
خدا عزوجل کے ساتھ ساتھ عطائے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء بھی قرآن مجید
سے ثابت ہو گی۔ ؎

جھولیاں کھول کے یونہی نہیں بے مجد دوڑ آئے
ہمیں معلوم ہے دولت تیری عادت تیری

آیت شریفہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عادت

کریمہ سے خدا داد دولت منگتوں کو عطا فرماتے ہیں۔ صاحب تفسیر الکشاف مذکورہ آیت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں جواب لو محذوف تقدیرہ

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَالمعنى وَلَوْ انهم رضوا مَا اصابهم به الرَّسول مِنَ الْغَنِيْمَةِ وَطابت به نفوسهم وان قلَّ نصيبهم وقالوا كفانا فضل الله وضعه وحسبنا ما قسمَ لنا سيرزقنا الله غنيمة اُخرى فيؤتينا رسول الله صلى الله عليه وسلم اكثر مما اٰتانا اليوم الخ

(تفسیر کشاف صـ ۲۸۲ جلد ۲)

یعنی جواب (لو) کا اس جگہ محذوف ہے۔ لہٰذا تقدیر عبارت یوں ہوگی اگر وہ راضی ہوجاتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا یعنی یہ ہوا۔ اور اگر وہ راضی ہوجاتے اس پر کہ ان کو غنیمت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے کم پہنچے۔ اور ان کے نفس بھی اس کے ساتھ خوش ہوجاتے۔ اگرچہ ان کو مال کم پہنچے۔ اور کہتے اللہ کا فضل اور اس کی عطا کافی ہے۔ اُس سے جو ہمارے لیے تقسیم کیا گیا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ ہمیں دوسری غنیمت سے رزق عطا فرمائے گا۔ پس ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج کے دن سے زیادہ دیں گے۔

حضرات گرامی! قرآن کے مقدس مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ رحمۃ للعالمین شفیع المجرمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے فضل سے معطی من اللہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرماتے ہیں۔

دراصل اس آیت شریفہ میں منکرین عطائے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا رد بھی ہے۔ جنہوں نے حضور سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی عطا پر اعتراض کیا۔

نیز

امام بخاری نے ایک حدیث اس سلسلہ میں یوں نقل فرمائی ہے عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ

بَعَثَ عَلِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِذُهَيْبَةٍ فَقَسَّمَهَا بَيْنَ اَرْبَعَةٍ (الحدیث) یعنی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سونے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ارسال کیا۔ تو آپ نے چار آدمیوں کے درمیان تقسیم فرمایا۔ جس پر قریش و انصار حضرات کچھ ملال میں آئے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:—

فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَالْاَنْصَارُ فَقَالُوْا يُعْطِیْ صَنَادِيْدَ اَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نجد والوں کو دیتے ہیں اور ہم قریش و انصار کو چھوڑتے ہیں۔ قَالَ اِنَّمَا اَتَاَلَّفُهُمْ فَاَقْبَلَ رَجُلٌ یعنی ایک آدمی متوجہ ہوا جس کی صفتیں یہ ہیں۔ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِيْنِ كَثُّ اللِّحْيَةِ محلوق الرأس فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ اِذَا عَصَيْتُ اَيَاْمَنُنِیَ اللّٰهُ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ فَلَا تَاْمَنُوْنِیْ۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان کے دلوں میں الفت ڈالتا ہوں۔ پھر ایک شخص آپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اس کے نشانات یہ تھے۔ اس کی آنکھیں اندر کی جانب کھینچی ہوئی تھیں۔ اور دونوں رخسار آگے بڑھے ہوئے تھے اور پیشانی بلند اور داڑھی زیادہ گھنی اور سر منڈا ہوا تھا۔ اور کہا اے محمد اللہ سے ڈر۔ آپ نے فرمایا! اگر میں نافرمانی کرتا ہوں تو مجھے میرے بعد اتباع کون کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین والوں کے لیے امین بنایا ہے مگر تم لوگ مجھے امین نہیں مانتے ہو۔

فَسَاَلَهٗ رَجُلٌ قتله احسبه خالد بن الوليد فمنعه فلما ولّٰى قال ان من ضئضئ هذا او في عقب هذا قومًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لا يجاوز حناجرهم يمرقون من الدين مروق السهم من الرمية يقتلون اهل الاسلام ويدعون اهل الاوثان لئن اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قتل عادٍ۔ (بخاری شریف)

یعنی ایک شخص نے سوال کیا کہ مجھے اس کے قتل کی اجازت دی جائے تاکہ میں اسے قتل کردوں۔ راوی کا خیال ہے کہ وہ خالد ابن ولید تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا اس کی نسل میں سے یا اس کے بعد ایک قوم ہوگی جو قرآن پاک پڑھے گی لیکن ان کے حلق سے نیچے قرآن نہ اُترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بُت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں ان کو پاؤں تو انھیں قوم عاد کی طرح قتل کر دوں۔

سبحان اللہ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گنجے کی نسل کو قاری قرآن ضرور فرمایا مگر ساتھ ہی فرما دیا وہ دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ یہ ہمارے آقائے نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب ہے۔ اور آپ کا عالم بالغیب ہونا اظہر من الشمس ہے۔ نجدی زمانے جائے جہنم۔ حدیث مطہرہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور رسالتماب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عطاد سخا پر اعتراض کرنا مسلمانوں کا کام نہیں بلکہ یہ کام منافقین اور بے ایمانوں کا ہے۔

واجب القتل کون؟

علامہ ابن کثیر آیت کریمہ وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ کے تحت بیان کرتے ہیں يَقُوْلُ وَمِنْهُمْ يُطْعَنُ عَلَيْكَ فِي الصَّدَقَاتِ۔ یعنی اے محبوب ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کی خیرات پر طعن کرتے ہیں۔ بعد ازاں یہ حدیث بیان کی گئی وَذُكِرَ لَنَا اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ حَدِيْثَ عَهْدٍ بِاَعْرَابِيَّةٍ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُقَسِّمُ ذَهَبًا وَفِضَّةً، فَقَالَ

يَا مُحَمَّدُ وَاللهِ لَئِنْ كَانَ اللهُ اَمَرَكَ اَنْ تَعْدِلَ مَا عَدَلْتَ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَيْلَكَ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْدِلُ عَلَيْكَ بَعْدِيْ ثُمَّ قَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِحْذَرُوْا هٰذَا اَشْبَاهَهٗ فَاِنَّ فِيْ اُمَّتِيْ اَشْبَاهُ هٰذَا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ فَاِذَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ ثُمَّ اِذَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ ثُمَّ اِذَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ۔ (تفسیر ابن کثیر ج۲ صفحہ ۳۱۳)

یعنی ایک دیہاتی بدو حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اُس وقت سونا چاندی تقسیم فرما رہے تھے اُس شخص نے کہا یا محمد خدا کی قسم اگر اللہ آپ کو عدل کا حکم دیتا تو آپ ہرگز عدل نہ کرتے۔ حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیری بربادی ہو۔ اگر میں عدل نہیں کروں گا تو میرے بعد کون عدل کرے گا۔ پھر آپ نے حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اس سے اور اس کی شباہت سے بچو یقیناً میری اُمت میں اس سے مشابہت رکھنے والے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر قرآن اُن کے حلق سے نہیں اُترے گا۔ پس جب وہ نکلیں تو انھیں قتل کردو۔

سبحان اللہ! یہ ہے علم رسالت و نبوت کہ آپ آنے والے زمانے کی خبریں دے رہے ہیں۔ اور اُن منافقین کے قتل کا حکم صادر فرما رہے ہیں جو قرآن پڑھیں گے مگر قرآن اُن کے حلق سے نہیں اُترے گا۔

اہلِ ایمان کون؟

ناظرین کرام! یاد رکھیں کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بے ادبی اور گستاخی کرنے والا شخص ہرگز ہرگز ایمان دار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ

حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایمان کی شرط اپنی محبت کو
قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:۔
لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ
یعنی تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اُس کے
والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اور پھر ادب و احترام
کے تقاضے پورے کرنے کے بغیر محبت کا مفہوم ادا نہیں ہوتا اس لیے کہ ادب
پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔ اور پھر یہ حقیقت بھی ناقابل تردید ہے کہ،

بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ درگاہے ڈھوئی
باہجھ ادب منزل مقصودے کدی نہ پہنچیا کوئی

حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخ کی سزا جو خود صادق
ومصدوق پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی وہ قتل ہے۔ اور یہ سزا اس دنیا
کی ہے مگر جو سزا اُس کی خدائے جبار وقہار کے ہاں قیامت کے دن ہے
وہ آگ کے دہکتے ہوئے انگارے اور پتھروں کو پگھلا دینے والے شعلے ہیں۔
مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

از خدا جوئیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

یعنی ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے توفیق وادب طلب کرتے ہیں کیونکہ بے ادب،
اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے محروم ہے۔
اسی تفسیر ابن کثیر میں آیت کریمہ وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَ
رَسُوْلُہٗ کے تحت لکھا ہے:۔
تَضَمَّنَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ الْکَرِیْمَۃُ اَدَبًا عَظِیْمًا وَسِرًّا شَرِیْفًا حَیْثُ
جَعَلَ الرِّضَا بِمَا اٰتَاہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔

یعنی یہ آیت شریفہ ادبِ عظیم اور سرِ شریف کے متضمن ہے جب کہ
اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی رضا کے ساتھ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضائے
پاک کو ملا کر عزتِ عظیم اور اسرارِ کریم کا اظہار فرمایا ہے۔ اور یہ تاجدارِ انبیاء
محبوب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا وہ منصب عظیم اور مقام رفیع ہے
جو آپ ہی کے لیے مخصوص ہے۔ اور آپ کے اس اعزاز شریف میں کوئی بھی
آپ کا شریک نہیں چہ جائیکہ اُمتی ہونے کے مدعی اُن سے مثلیت کے دعوے
دار ہوں۔

حضرات محترم! الحمد للہ رسولِ ہر دو عالم، نورِ مجسم، تاجدارِ مدینہ، سرورِ سینہ
احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی عطا وسخا کی ایک جھلک آپ دلائل
قاہرہ اور براہین باہرہ کی روشنی میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس میں کسی بھی بدبخت
منکر کے لیے انکار کی گنجائش نہیں تاہم اُنہوں کی تسلی کے لیے مزید چند شواہد
پیش خدمت ہیں۔
زیب عنوان آیت کریمہ کے تحت حضرت العلام ملا حسین واعظ کاشفی تفسیر
حسینی میں رقم طراز ہیں:۔
"واگر ایں شاں باپسندند ما اتاھم اللہ آنچہ دید ایں شاں
را خدا ورسولہ۔"
یعنی اگر وہ لوگ اُسے پسند کر لیتے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمایا۔
حضرات محترم! یہ ہیں سلف صالحین اور مفسرین سابقین کے تصورات پاکیزہ
عقائد جو انہوں نے دورِ حاضر کے بعض نام نہاد مفسرین کی طرح اپنی رائے
اور اپنے قیاس سے وضع نہیں کیے بلکہ قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ وقطعیہ

سے اخذ کیے ہیں۔ بہرحال علامہ حسین واعظ کاشفی مزید لکھتے ہیں:۔

"محنت سلمی از ابراہیم ادہم قدس سرہٗ نقل می کند کہ ہر کہ بامقادیر خرخورسند شود از غم و ملال باز است:۔

رضا بدادہ بدہ و ز جبیں گرہ بکشائے
کہ بر من و تو در اختیار نکشاد است

اس معنیٰ کا ایک اور شعر لکھتے ہیں ؎

بشنو ایں نکتہ کہ خود را از غم آزادہ کنی
خوں خوری و طلب روزی ننہادہ کنی

یعنی جناب محنت سلمی حضرت ابراہیم ادہم قدس سرہ العزیز سے نقل کرتے ہیں کہ رضا دینے والے کو دے دے اور گردن سے گرہ کھول دے کیونکہ میرے اور تیرے اُوپر اختیار میں کشادگی نہیں۔

یہ نکتہ سُن اور اپنے آپ کو غم و ملال سے آزاد کر ورنہ مکروہ اور نامقررہ روزی تلاش کرے گا اور خون کھائے گا۔

بہرکیف ہمارے آقا و مولا، ملجا و ماویٰ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عطا و سخاوت اور رحمت و رافت کو احاطۂ تحریر میں لانا ناممکن ہی نہیں بلکہ محال تر ہے وہ شفیع دوعالم ہیں اور وہی ہر ایک کے کام آنے والے ہیں۔

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:۔

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زیر آیت وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ تحریر فرماتے ہیں:۔

"و گدا را بآواز سخت مراں زیرا نکہ تو ہم عیال دار و بے مایہ بودی والم احتیاج را می دانی و ایں شکرے است در آں نعمت کہ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى (تفسیر عزیزی صفحہ ۲۳)

یعنی اے محبوب! آپ کسی سائل اور فقیر کو سخت آواز نہ دیں اس لیے کہ آپ بھی عیالدار اور بظاہر بے سروسامان تھے۔ اور آپ تو زخم احتیاج کو جاننے والے ہیں۔ اور یہ اُس نعمت کے مقابلے میں شکر کرنا ہے جو آپ کو بظاہر بے سروسامان پایا اور غنی کردیا۔

نیز

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"کہ در ترمذی روایت کردہ کہ یک بار نزد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوے ہزار درہم از جانب بحرین آوردہ بودند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آں را بر بوریا ہائے مسجد خود فرو دہ ساختہ بود بعد از نماز فجر بتقسیم آں متوجہ شود و تا ظہر یک درہم ہم باقی نماندہ بود و ہیچ سائل دریں ہیں نیامد مگر او را دادند اتفاقاً بعد فراغ تقسیم سائل دیگر در آں جا وارد شود، فرمودند کہ نزد من حالا چیزے باقی نماندہ لیکن برو از بیوپاریاں بنائے من ہر چہ خواہی خرید کن و قیمت او چیز در حساب من نویس۔ (تفسیر عزیزی پ ۳۰ صفحہ ۲۴۲)

یعنی ایک مرتبہ بحرین کی طرف سے آپ کی خدمت میں نوے ہزار درہم پیش کیے گئے تو آپ فجر کی نماز پڑھا کر انھیں تقسیم کرنے کے لیے بوریے پر تشریف فرما ہو گئے اور ظہر کی نماز سے پہلے تمام مال تقسیم فرما دیا اور ایک بھی سوالی ایسا نہ رہا جسے آپ نے عطا نہ کیا ہو بعد ازاں

ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی حضور مجھے بھی کچھ عطا فرمائیں۔
آپ نے فرمایا اس مال سے باقی کچھ نہیں بچا تاہم تو بازار میں جا کر
جو چاہے خرید لے اور اس کی قیمت میرے نام لکھوا دے۔"

نیز

شاہ عبدالعزیز یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد آگے چل کر بیان فرماتے ہیں کہ:۔
"چنانچہ در تفسیر سورہ اعراف مذکور است کہ روزے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نشستہ بودند کہ طفلے آمد و گفت یا رسول اللہ
مادر من عرض می کند کہ کرتہ برائے پوشیدن ندارم یک کرتہ عطا
فرمائید فرمودند کہ بعد ساعتے بیا خواہم داد۔ آں طفل رفت و
باز آمد و عرض کردند مادر من می گوید کہ ہمیں کرتہ بہ بدن مبارک
است بمن عنایت فرمائید! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بدولت خانہ تشریف بودند و آں کرتہ را از بدن مبارک برآوردہ
و تہہ کردہ بآں طفل فرستادند کہ مادر خود بدہ و خود برہنہ نشستند"

یعنی سورہ اعراف کی تفسیر میں آیا ہے کہ ایک روز حضور رسالتماب صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک بچے نے آپ کی خدمت میں حاضر
ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! میری والدہ عرض کرتی ہیں کہ میرے پاس پہننے
کے لیے قمیص نہیں ایک قمیص عنایت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا تھوڑی
دیر کے بعد آنا، وہ بچہ چلا گیا اور واپس آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ! میری
والدہ کہتی ہے آپ مجھے وہی قمیص عطا فرما دیں جو آپ نے پہن رکھی ہے،
حضور رسالتماب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے اور اپنے
جسم اطہر سے قمیص مبارک کو اتارا اور تہہ کر کے اس بچے کے حوالے کر دی

کہ جا کر اپنی والدہ کو دے دے اور خود بغیر قمیص مبارک پہننے کے بیٹھ گئے۔"
سبحان اللہ! یہ ہے اس شہنشاہِ اقلیم کی سخاوت اور تاجدارِ مملکت
کی بخشش۔ ع

ہنوز ایوانِ استغناء بلند است
مرا فکر رسیدن ناپسند است

یعنی ابھی ایوانِ استغنا بلند ہے اور وہاں پہنچنا میری فکر کے بس
میں نہیں ہے۔

عطائے علم کا راز

بنی اسرائیل سے علم اٹھ گیا تو حضرت عزیر علیہ السلام روتے رہتے تھے
یعنی جب قوم عمالقہ نے ان پر ظلم و ستم ڈھایا اور ان کے علماء کو قتل کر دیا۔ اور
ان کے اکابرین کو گالی گلوچ کیا۔ تو آپ اس صدمہ سے روتے رہتے تھے۔
ایک مرتبہ آپ جا رہے تھے کہ ایک قبر کے پاس ایک عورت کو پایا جو روتے
ہوئے کہہ رہی تھی۔ وا مطعماہ وا کاسیاہ اے مجھے کھانا کھلانے والے!
اے مجھے پانی پلانے والے یعنی وہ اہل قبر کو پکار رہی تھی جیسے وہ اس کا شوہر ہو۔
حضرت عزیر علیہ السلام نے اسے فرمایا تیرے لیے ہلاکت ہو اس سے پہلے تجھے
کون کھلاتا پلاتا تھا؟ عورت نے کہا! اللہ تعالیٰ کھلاتا پلاتا تھا۔ حضرت عزیر علیہ
السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ حی لایموت ہے وہ اب بھی دے گا اور تجھے کھلائے
پلائے گا۔ عورت نے کہا! اے اللہ کے نبی بنی اسرائیل سے پہلے کون پڑھاتا
تھا؟ آپ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ! عورت نے کہا! آپ علماء کے قتل
ہونے سے کیوں روتے ہیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام اس کے کہنے کے مطابق

نہر پر تشریف لے گئے۔ اور غسل کر کے نماز ادا کی تو ایک بزرگ نے آکر کہا! اے عزیز! اپنا منہ کھولیے۔ آپ نے منہ کھولا تو اس نے بڑے جمدہ کی شکل کی کوئی چیز تین مرتبہ آپ کے منہ میں ڈالی۔

یعنی جب حضرت عزیز علیہ السلام واپس تشریف لائے تو آپ تمام لوگوں سے توریت کے زیادہ عالم تھے۔

شرفِ ملاقات میں رازداری

نقل ہے کہ سراج الامت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور رسالتماب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال پاک کے بعد ایک سال اپنے والد محترم کے ساتھ کعبہ شریف کی زیارت کو حاضر ہوئے تو وہاں ایک جگہ پر لوگوں کا ہجوم دیکھ کر اپنے باپ سے کہا اباجان یہ اجتماع کیسا ہے۔ آپ کے والد نے کہا! حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہر سال حج کے لیے تشریف لاتے ہیں اور کعبہ شریف کے دروازہ پر لوگوں کو درس دیتے ہیں۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے اجازت لے کر قریب جا کر درس حدیث سننے لگے۔ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ درس سے فارغ ہوئے تو حضرت امام اعظم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے بچے تو کون ہے؟ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی مسلمانوں کے بچوں میں سے ایک بچہ ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تیرا نام کیا ہے؟ عرض کی میرا نام نعمان بن ثابت ہے! فرمایا تیری کنیت کیا ہے؟ عرض کی ابو حنیفہ۔ فرمایا تم کہاں پیدا

ہوئے تھے؟ عرض کی! کوفہ میں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر آپ کو گود میں اٹھا لیا۔ اور فرمایا اے اہل حرم اور حجاج کعبہ! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے حضرت محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کی امانت اور سلام اس بچے کو پہنچا دیا ہے۔ اور پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے منہ میں اپنا لعاب دہن یا لقمہ چبا کر دیا۔ تو آپ کو حضور رسالتماب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس قدر روحانی فیض ملا کہ آپ سراج الامت اور امام اعظم کے لقب سے ملقب ہوئے۔ (صلوٰۃ مسعودی فارسی ج ۱ ص ۱۵)

یہ ہے فیضان و سخاوت مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء جو آپ کے وصال کے بعد جاری و ساری ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ قیامت تک اور اس کے بعد بھی اسی طرح جاری و ساری رہے گا۔

تیرے یہاں اے بے نیاز کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

فیضانِ اولیاء کا اثباتِ حقیقی

علم اسرار کے حصول کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ حضرت محمد مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء کے سچے غلاموں اور مشائخ وقت سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ فی الحقیقۃ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فیضان ہے۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ حدیث بیان کرتے ہیں۔

أَخْرَجَ حَاكِمٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ هٰذِهِ الْأُمَّةَ عَنْ رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ مُجَدِّدٍ لَهَا دِيْنَهَا (الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲)

حاکم نے تخریج کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد پیدا فرماتا ہے جو دین کو از سرِ نو درست فرماتا ہے۔

اس ـــــــ

حدیث سے ثابت ہوا کہ اُن خلافِ دین اُمور کی درستگی کے لیے سو سال کے بعد مجدد کا تشریف لانا کافی ہے۔ جو اس عرصہ میں فسق و فجور کی صورت میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جبکہ آپ کی رسالت تا ابد الآباد لوگوں کو مستفیض کرتی رہے گی۔

قبرِ انور سے صدائے سعیدی کا حصول

بہرحال! ہمارے آقائے نعمت حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور سے بھی سخاوت فرماتے ہیں۔ اور نماز کے اوقات سے مطلع فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ سَعِيدِ ابْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ لَمَّا كَانَ أَيَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ يُؤَذَّنْ فِي الْمَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا وَلَمْ يُقِمْ وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلٰوةِ إِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنَ الْقَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ الدارمی مشکوٰۃ شریف)

حضرت سعید بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایامِ حرہ میں جب یزید پلید کی فوج مدینہ منورہ میں قتال کر رہی تھی۔ اور مدینۃ الرسول پر ظلم و ستم کی آندھی چل رہی تھی۔ مسجد نبوی شریف میں مسلسل تین روز تک اذان و اقامت نہ ہوئی اور وقت کی پہچان نہیں ہوتی تھی مگر آپ کی قبرِ انور سے ایک باریک آواز آتی تھی اے سعید نماز کا وقت ہو گیا ہے نماز ادا کیجئے۔

عالمِ حیات میں برزخ کی تلقین کرنا

حضور رسالتماب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ

میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے اور میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔

وَمَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دُفِنَ إِبْرَاهِيمُ قَالَ قُلْ اللهُ رَبِّي وَرَسُولِي أَبِي وَالْإِسْلَامُ دِينِي فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْتَ تُلَقِّنُهُ فَمَنْ يُلَقِّنُنَا فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى۔

يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي حَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ۔ (القرآن الحاوی الفتاوی ج ۲ ص)

حضور رسالتماب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کیا گیا تو آپ نے فرمایا! کہو اللہ میرا رب ہے اور میرا باپ میرا رسول ہے اور میرا دین اسلام ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ انہیں تلقین فرماتے ہیں ہمیں کون تلقین فرمائے گا پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اللہ تعالیٰ اُن کو ثابت قدم رکھے گا جو ایمان لائے ساتھ قول ثابت کے حیاتِ دنیا اور آخرت میں۔

اس روایت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے آقائے نعمت حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں رہ کر عالمِ برزخ میں تلقین فرماتے ہیں۔

صائم چشتی نے کیا خوب کہا ہے ؎

قبر اندر دی کملی والا سب نوں فیض پہچاوے
موت حیات نبی دی اکو غافل سمجھ ناں پاوے

زندگی عطا کرنے میں اختیارات

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم نبی مکرم رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا و سخا کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ ذوق سراپا ذوق تھا اور وجدان وجدان میں ڈوبا ہوا تھا۔ طائرِ شعور محوِ پرواز تھا۔ کیفیاتِ عشق کی سرشاد عروج پر تھیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک سے قلب و روح سرمستیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کیف و سرور کے انوار سے دماغ کا ہر گوشہ منور تھا اس موضوع پر دلائل و براہین کا سلسلہ لامتناہی ہے۔ تاہم اہلِ محبت کے لیے یہ چند دلائل بہر صورت کافی و وافی ہیں بلکہ دشمنِ ازلی کو بھی گنجائش انکار نہیں مگر مہر شدہ قلوب پر تو نصوصِ قرآنیہ سے بھی استفادہ نہیں کر سکتے۔ بہرحال! آپ قرآن مجید کا استدلال مزید فرمائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ عزوجل ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ

(س انفال پ ۹، ع ۱۷)

اے ایمان والو! اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ، تاکہ وہ تمہیں زندگی دیں۔

لِمَا يُحْيِيْكُمْ مِنْ أَمْرِ الدِّيْنِ لِأَنَّهُ سَبَبُ الْحَيَاةِ الْأَبَدِيَّةِ (جلالین شریف ص ۱۴۸)

صاحبِ تفسیر جلالین لما یحییکم سے مراد امورِ دین کو لیتے ہیں کیونکہ وہ حیاتِ ابدیہ کا باعث ہیں۔

تفسیر کشاف لِمَا يُحْيِيْكُمْ مِنْ عُلُوْمِ الدِّيْنِيَّاتِ وَالشَّرَائِعِ لِأَنَّ

الْعِلْمَ حَيَاةٌ كَمَا أَنَّ الْجَهْلَ مَوْتٌ (تفسیر کشاف ج ۲ ص ۲۲۴)

صاحبِ تفسیر کشاف علامہ زمخشری نے لما یحییکم سے دین اور شرائع کے علوم مراد لیے ہیں اور کہا ہے کہ علم ایک زندگی ہے جس طرح جہالت موت ہے۔

إِذَا دَعَاكُمْ إِلٰى مَا فِيْهِ حَيَاتُكُمْ مِنْ عُلُوْمِ الشَّرِيْعَةِ فَإِنَّ الْعِلْمَ حَيَاةٌ كَمَا أَنَّ الْجَهْلَ مَوْتٌ فَالْحَيَاةُ هُنَا مُسْتَعَارَةٌ لِلْعِلْمِ قَالَ جُمْهُوْرٌ مِنَ الْمُفَسِّرِيْنَ الْمَعْنٰى اسْتَجِيْبُوْا لِلطَّاعَةِ وَمَا الْقُرْآنِ مِنْ أَوَامِرِهِ وَنَوَاهِيْ فَفِيْهِ الْحَيَاةُ الْأَبَدِيَّةُ وَالنِّعْمَةُ السَّرْمَدِيَّةُ (تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۲۹۸)

جب تمہیں اس کی طرف بلائے جس میں تمہاری زندگی ہے، یعنی معنی اطاعت کے لیے بلانا ہے اور یہ امر و نواہی کا ہر وہ امر ہے جسے قرآن متضمن ہو اس میں حیاتِ ابدیہ اور نعمتِ سرمدیہ ہے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ لِقَوْلِهِ "لِمَا يُحْيِيْكُمْ" قَالَ لِلْحَقِّ" وَقَالَ! قَتَادَةُ "لِمَا يُحْيِيْكُمْ هُوَ هٰذَا الْقُرْآنُ فِيْهِ النَّجَاةُ وَالْبَقَاءُ وَالْحَيَاةُ وَقَالَ! السُّدِّيُّ لِمَا يُحْيِيْكُمْ فَفِي الْإِسْلَامِ أَحْيَاءُهُمْ بَعْدَ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت مجاہد نے کہا حق کے لیے یعنی تاکہ اللہ عزوجل تمہیں حق عطا فرمائے حضرت قتادہ نے کہا لما یحییکم سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ اس میں نجات و بقا اور زندگی ہے۔

سدی نے کہا اس سے مراد اسلام ہے اور اسلام میں ان کی زندگی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں اسلام کی طرف بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔

مفسرینِ کرام کے یہ تمام اقوال صواب پر ہیں خواہ اس سے مراد حق ہو، قرآن یا اسلام

ہو یا علوم شرعیہ ہوں۔ اصل مقصد سب کا ایک ہے۔ کہ اگر زندگی چاہتے ہو تو آقائے نامدار حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلاوے پر حاضر ہونے میں تساہل نہ کرو، تاجدار انبیاء کے حضور میں آؤ گے تو وہ علم و معرفت عطا فرمائیں گے جو تمہاری ابدی اور سرمدی زندگی کی ضمانت ہوں گے۔

اس مقام پر اعلیٰحضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر بار بار زبان پر آرہا ہے ؎

تیرے یہاں اے بے نیاز کونسی شے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

اس مقام پر ان لوگوں کو محض یاددہانی کے طور پر امام اہلسنت کا یہ شعر بھی پیش خدمت ہے ؎

تجھ پہ میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

کوثر کا عطا فرمایا جانا

اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر اپنی عطاؤں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

یعنی محبوب ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔ لفظ کوثر انتہائے کثرت کے معنوں میں مفہوم ہوتا ہے۔ اسی بنا پر تو ارشاد کیا تھا کہ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ مقصد یہ کہ آپ کو ہر قسم کی نعمتوں کے خزانے بکثرت عطا فرمائے ہیں۔ اس لیے آپ کے دربار سے کسی بھی سوالی کو خالی نہیں جانا چاہیئے۔

اب آپ لفظ کوثر کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں اور پھر دیکھیں کہ ہمارے آقا کے خزانوں کی وسعت کا کیا عالم ہے:۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ فِي الْكَوْثَرِ هُوَ الْخَيْرُ الَّذِيْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ

(بخاری شریف ج ۲ ص ۷۴۳)

یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کوثر کا معنیٰ خیر کثیر ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کو عطا فرمائی۔ بخاری کی روایت کے مطابق صحابی رسول خیر الامت مفسر اول سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کوثر کا معنیٰ خیر کثیر بیان کیا ہے۔ اب لفظ خیر کی تفسیر قرآن مجید سے ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ عزوجل ہے:۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (پ۳ ع ۵)

یعنی اللہ تعالیٰ جسے چاہے حکمت عطا فرمائے پس تحقیق وہ خیر کثیر دیا گیا۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء و مرسلین کے پیشوا اور امام ہیں۔ اور آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل نے آپ کی ذات اقدس میں وہ جمیع اوصاف و کمالات جمع فرما دیئے ہیں جو دیگر تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو فرداً فرداً عطا فرمائے تھے ؎

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بہرکیف! اگر کسی نبی کو اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل نے خلیل بنایا ہے تو آپ میں صفتِ خلعت بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اگر کسی کو صباحت عطا فرمائی تو آپ

سب سے زیادہ صحیح ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کی بعض صفات ایسی بھی ہیں جو دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کو عطا نہیں ہوئیں۔ آپ عرش پر احمد اور زمین پر محمد ہیں۔ آپ رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین ہیں۔ آپ تمام انبیاء کے سردار اور تمام رسولوں کے امام ہیں۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام آپ کے کمالات کی انتہا کو نہیں جانتے۔ ؎

ہمہ پیمبراں در جستجو اند
خدا داند کہ تو در چہ مقامی

منبع و مرکز کون؟

خیرِ کثیر ہو یا رحمتِ تمام، علومِ رسالت ہوں یا عرفانِ ولایت ہمارے آقائے نعمت تاجدارِ دوجہاں، باجِ لامکاں حضور رحمۃ للعالمین احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ان سب کا منبع و مرکز ہیں۔ شفاعتِ کبریٰ آپ کا منصب، لوائے حمد آپ کا پرچم، مقامِ محمود آپ کا مقامِ رفیع یٰسین کا خطاب آپ کی مسلمہ سرداری کا شاہد ہے۔

بے مثل نبوت کے کمالاتِ جلیلہ

آپ کے مکارمِ اخلاق کی تفسیر اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ
آپ کے سینۂ اطہر کی وسعتوں کی شرح اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ
آپ کے ذکر کی بلندیوں کی تشریح وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔
آپ کے چہرۂ اقدس کی تصویر وَالشَّمْسِ وَالضُّحٰى
آپ کی زلفوں کا عکس وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى

آپ کی چشمِ انور کی بینائی مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى
مولانا جامی نے کیا خوب فرمایا ؎

دو چشمِ نرگسینش را کہ ما زاغ البصر خواند
دو زلفِ عنبرینش را کہ واللیل اذا یغشیٰ

کوثر کی حقیقت کا انکشاف

فَفِيْ مُسْلِمٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ عَلَيَّ سُوْرَةٌ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ثُمَّ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْكَوْثَرُ، قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ نَهْرٌ وَعَدَنِيْهِ رَبِّيْ عَلَيْهِ خَيْرٌ [illegible]

یعنی مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر سورۃ نازل ہوئی تو میں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ پھر فرمایا! کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا! کوثر ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے اور اس پر خیرِ کثیر ہے۔

مُلّا حسین واعظ کاشفی تفسیرِ حسینی میں یوں کاشفِ اسرار ہوتے ہیں:۔

انا اعطینٰک الکوثر عطا کردیم ترا بسیارے از خیرات و ایں لفظ بروزنِ فوعل است و کنایت است از کثرت یعنی عطا کردیم ترا خیرِ بسیار فرزندے بسیار، علم و عمل بسیار و در عین المعانی آوردہ کہ بسیار ہست، و گفتہ اند کہ کثرتِ ذکر تو در زمین و آسمان یا کثرتِ معجزات یا کثرتِ دوستاں۔

یعنی اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو خیرِ کثیر عطا فرمائی

لفظ کوثر فوعل کے وزن پر ہے۔ اور یہ کثرت کے لیے کافی ہے یعنی ہم نے آپ کو خیر کثیر اولاد و کثیر علم و عمل عطا کیا۔ عین المعانی میں آیا ہے کہ کثیر اُمت عطا فرمائی اور کہتے ہیں کہ زمین و آسمان میں آپ کے ذکر کی کثرت کی یا آپ کو کثیر معجزات عطا فرمائے یا کثیر دوست عطا کیے۔
امام اہل سنت اعلیحضرت فاضل بریلوی نے کیا خوب فرمایا ؎

فرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ، عرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

نیز

تفسیر ابن کثیر میں زیب عنوان آیت مقدسہ کے بارے میں لکھا ہے :۔

قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْمُخْتَارِ ابْنِ فُلْفُلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَغْفَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ إِغْفَاءَةً فَرَفَعَ رَأْسَهُ مُتَبَسِّمًا إِمَّا قَالَ لَهُمْ وَقَالُوْا لَهُ لِمَا ضَحِكْتَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُوْرَةٌ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ حَتّٰى خَتَمَهَا فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْكَوْثَرُ؟ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ فَقَالَ هُوَ نَهْرٌ أَعْطَانِيْهِ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْجَنَّةِ عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيْرٌ تَرِدُ أُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ آنِيَتُهُ عَدَدُ الْكَوَاكِبِ۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۵۸)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ہم سے محمد بن

فضیل نے انہوں نے مختار سے انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آپ نے تبسم فرماتے ہوئے سر مبارک اُٹھا کر صحابہ کرام کو فرمایا اور انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ہنستے کیوں تھے؟ آپ نے فرمایا اس وقت مجھ پر ایک صورت اتاری گئی ہے۔ پھر آپ نے تسمیہ اور پوری کی پوری سورت کوثر تلاوت کر کے فرمایا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے۔ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا کوثر جنت کی ایک نہر ہے اس پر خیر کثیر ہے۔ میری اُمت اس پر آئے گی۔ اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔

سبحان اللہ! ناظرین کرام! ہمارے آقا و مولا کی عطا کے ساتھ آپ کا علم غیب بھی دیکھیں کہ آپ حوض کوثر پر رکھے ہوئے لاتعداد پیالوں کا ذکر ستاروں کے برابر فرما رہے ہیں۔ گویا آپ آسمان پر چمکنے والے لاتعداد لاحصر ستاروں کی تعداد کو بھی جانتے ہیں۔ اور کوثر پینے والوں کی تعداد کا بھی علم رکھتے اور اس ساقی کوثر کی ہمت و قوت کے بارے میں بھی غور فرمائیں جو اربوں کھربوں تشنگانِ محشر کی پیاس بجھا رہے ہوں گے۔

اُمتِ محمدیہ کی صفوں کی شماریات

واضح رہے کہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کل ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی جن میں تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی اُمتوں کی صفوں کی تعداد چالیس ہو گی اور میری اُمت

کی صفوں کی تعداد اسّی (۸۰) ہوگی۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۹۸)

الحاصل کلام عبارت تمام

حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سخاوت وعطا کا لامتناہی سلسلہ دنیا و برزخ میں نہیں بلکہ محشر تک دراز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جہان میں بھی اُسی قاسم نعمتِ خداوندی کا دسترخوانِ کرم بچھا ہوا ہے۔ اور اُس جہان میں بھی ہر نعمتِ خداوندی انھیں کے دستِ کرم سے تقسیم ہوگی۔

پھر کیا خوب کہتا ہے ؎

کریم میرے کا دونوں عالم میں بابِ رحمت کھلا ہوا ہے
ہے سب کی جھولی میں اُن کا ٹکڑا اور درِ سخاوت کھلا ہوا ہے
خدا کی جتنی بھی نعمتیں ہیں ہیں ان کے قاسم حبیب میرے
کرو نہ محشر کا خوف افود درِ شفاعت کھلا ہوا ہے

مصطفیٰ کی رضا ہے خدا کی رضا

حضرات محترم اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ قرآن مجید فرقانِ حمید میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

یعنی اے محبوب آپ کا رب عنقریب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا آپ راضی ہو جائیں گے۔

نیز ارشاد فرمایا:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

یعنی محبوب! آپ کو نہیں بھیجا مگر دونوں جہانوں کی رحمت بنا کر۔

ان دونوں آیاتِ بینات میں حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطائے عام کا بحرِ بیکراں ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور لامتناہی سخاوت کے سوتے اُبل رہے ہیں۔

زیرِ آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ مُلّا حسین کاشفی تحریر فرماتے ہیں:۔

(وَلَسَوْفَ) زود باشد کہ عطا دہد آفریدگار تو۔ یعنی مرتبہ شفاعت در بارہ گنہگارانِ اُمت۔

(فَتَرْضٰى) پس تو خوشنود شوی یعنی چنداں ارزانی دارد کہ گوئی بس است و من راضی شدم۔

یعنی عنقریب آپ کو آپ کا رب گنہگارانِ اُمت کی شفاعت کے بارے میں اس قدر عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو کر کہیں گے کہ بس میں راضی ہو گیا ہوں۔

علامہ کاشفی آئندہ سطور میں مزید یہ روایت بیان فرماتے ہیں:۔

"امام محمد باقر می فرماید کہ اہل عراق شما می گوئید کہ اُمید وار ازیں آیت قرآن ایں است۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

وما اہلِ بیت برانیم کہ اُمید بابت وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

تبشیر است کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی نشود کہ یکے از وے در دوزخ باشد۔

یعنی امام الائمہ سیدنا امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں اے عراق والو! تم کہتے ہو کہ کامل اُمید کے لیے

یہ آیت ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ جب کہ ہم اہلبیت رسول اس آیت کی بنا پر امیدوار ہیں کہ عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے کیونکہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس پر خوش نہیں ہوں گے کہ ان میں سے یعنی اہلبیت کرام سے ایک فرد بھی دوزخ میں جائے ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

فضیلتِ اہلِ بیت اطہار

امام اہلِ سنت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے کیا خوب فرمایا ؎

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

عزیزانِ محترم! نواسۂ رسول سیدنا امام محمد باقر صلی اللہ علی جدہ وعلیہ وسلم کی اس تفسیر مبارک کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برائے خیر و برکت کے حصول کے لیے قدرے اہلبیتِ کرام کا تذکرہ بھی ہو جائے بلاشبہ زیبِ عنوان آیت کریمہ سے بھی حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلِ بیتِ پاک کامل طور پر مغفرت کی امیدوار ہے تاہم اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اہلِ بیت مصطفیٰ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزگی اور گناہوں سے محفوظ ہونے کے بارے میں یہ آیت مبارکہ بھی نازل فرما رکھی ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا
(الاحزاب آیت ۳۳)

بیشک اللہ یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو تم سے ہر قسم کے رجس کو دور کر کے تمھیں خوب خوب پاکیزہ فرما دے۔

تفسیر حسینی زیر آیت لکھا ہے:۔

و در زاد المسیر قولے آوردہ کہ عام است مر ازواج و اولاد را وکشاف از امام منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ ہم نقل می کند۔

صاحب عین المعانی فرمودہ کہ ظاہر تفسیر دلالت کہ آں دارد ذکر اہلبیت ازواج باشند اما از عائشہ، ام سلمہ و ابو سعید خدری و انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نقل کردہ اند کہ اہل بیت فاطمہ علی و حسن و حسین اند۔

زاد المسیر میں ایک قول کے مطابق یہ آیت عام ہے ازواج و اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل ہے۔

بہرکیف! صاحب عین معانی کے مطابق یہ آیت ازواج رسول کے حق میں ہے۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین حضرت ام سلمہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطابق یہ آیت کریمہ حضرات حسنین کریمین جناب علی المرتضیٰ اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علمائے اہلِ سنت کی تحقیق کے مطابق آیۂ مقدسہ ازواج مطہرات اور ال جناب دونوں کو بلکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قیامت تک کے لیے تمام اولاد کو متضمن ہے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان سب کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق جسی اور نسبی ہے جو ان کی طہارت و پاکیزگی کی ظاہر بیان اور بین دلیل ہے۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عترتِ اہلبیت کرام کو نسب

کے لحاظ سے آپ کے ساتھ گہرا قرب اور مخصوص تعلق حاصل ہے جو باقی اُمت میں
سے کسی کو نصیب نہیں۔ اور ان کا یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا نَسَبِيْ وَسَبَبِيْ
(تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۵۰۲)

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپ نے فرمایا ہر سبب اور نسب قیامت
کو منقطع ہو جائے گا مگر میرا نسب اور سبب ختم نہیں ہوگا۔

اَيْضًا اَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كُلُّ نَسَبٍ وَصِهْرٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا نَسَبِيْ
وَصِهْرِيْ (فتح القدیر ج ۳ ص ۵۰۲)

ابن عساکر نے ابن عمر سے تخریج کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہر نسب اور صہر قیامت کو منقطع ہو جائیں گے مگر میرا نسب اور
صہر باقی رہے گا۔

نسب و صہر میں امتیازی حیثیت

ارشاد باری تعالیٰ عزوجل ہے:

فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا (پ ۱۹ س الدخان ع ۳)

یعنی اُس نے نسب و صہر مقرر فرمایا۔

علامہ کاشفی تفسیر حسینی میں نسب و صہر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:
نسب آنست کہ نکاح اُو روا نہ بود و صہر آنکہ مناکحت با او حلال بود

یعنی نسب وہ ہے جس میں نکاح جائز نہ ہو اور صہر وہ ہے جس میں
نکاح جائز ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی عترتِ پاک اور ذریتِ طاہرہ اور آبا و اجداد اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیا میں
بھی آپ سے وابستہ ہیں اور آخرت میں بھی اُن کا تعلق نسب آپ سے منقطع نہیں ہوگا
ایسے ہی سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ سے دنیا میں بھی وابستہ
ہے اور محشر میں بھی آپ کے ساتھ رہیں گے اور قیامت کے دن بھی ان کا سسرالی
رشتہ آپ کے ساتھ قائم رہے گا کیونکہ محبوبہ محبوب رب العالمین ام المومنین
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔
اور ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی
بیٹی ہیں۔

شفاعتِ مصطفیٰ عین حق ہے

حضرات محترم! غور فرمائیں کہ جب عامۃ المسلمین حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ سے فیض یاب ہوں گے اور آپ کے لطف و کرم
اور عطا و سخا کے دروازے ہر ایک کے لیے کھلے ہوئے ہیں تو پھر آپ کے
غلامانِ خاص اور اعزہ و اقارب پر آپ کی نوازشوں کا کیا عالم ہوگا خاص طور پر جن
کی پاکیزگی اور طہارت پر یطہرکم تطہیرا کی مہر لگی ہوئی ہے۔ محبوبہ محبوب
رب العالمین ام المومنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق حدیث
شریف میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بیت
الشرف میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو روتے ہوئے دیکھا

تو آپ نے فرمایا مَا یُبْکِیْکِ یَا عَائِشَۃُ یعنی اے عائشہ تجھے کس چیز نے رُلا دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی ذَکَرْتُ النَّارَ فَبَکَیْتُ ھَلْ تَذْکُرُوْنَ اَھْلِیْکُمْ۔ یعنی مجھے دوزخ کی آگ یاد آگئی اس لیے رو رہی ہوں کیا آپ (قیامت کے دن) اپنے اہل خانہ کو یاد فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا اَذْکُرُ لَا یَذْکُرُ اَحَدٌ۔ یعنی ہاں! جب کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا میں یاد کروں گا۔

سبحان اللہ! یہ شان ہمارے آقائے نعمت اور بے سہاروں کے سہارے رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہ جب لوگوں کے تمام سہارے ٹوٹ جائیں گے اُس وقت آپ کی رحمۃ للعالمینی اور شفیع المذنبینی کا دامن ہی قرارگاہ عالم ہوگا۔

بے سہارو غمزدو خوشیاں کرو
بے سہاروں کا سہارا آپ ہیں

بہرکیف! قیامت کے دن آپ کی شفاعتِ کبریٰ اور گنہگاران اُمت پر آپ کی جود و سخا کا سلسلہ لامتناہی ہے۔ اختصاراً ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۹۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری اُمت کے بڑے بڑے گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔

حضرات محترم! غور فرمایئے تاجدار کون و مکاں، شفیع المذنبین حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت صرف صغیرہ گناہ والوں کے لیے ہے بلکہ آپ کے اپنے ارشاد پاک کے مطابق آپ اپنی اُمت کے اہل کبائر

کی شفاعت بھی فرمائیں گے۔ اب جبکہ کبیرہ گناہ والے بھی آپ کی شفاعت سے محروم نہیں تو پھر آپ کے سسرال رشتہ والے عظیم افراد یعنی ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم پر شرف و کرم کیوں نہیں ہوگا۔ جب کہ انھیں دنیا میں ہی جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا کیا جا چکا ہے۔

بہرحال! سیدنا و امامنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کہ ہم اہلبیت آیت کریمہ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی سے اپنی مغفرت کے لیے پُر امید ہیں قطعی طور پر درست اور مبنی بر صداقت ہے اور اس میں شک کرنے کی کوئی صورت ہی باقی نہیں جبکہ خداوند قدوس خود اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مژدہ جانفزا سنا رہے ہیں کہ محبوب عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا کچھ دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

رہا یہ کہ آپ کی رضا کیا ہوگی تو اس پر نصوص حدیث کے سینکڑوں شواہد موجود ہیں کہ آپ صرف یہ چاہتے ہیں کہ جو شخص بھی توحید و رسالت کی گواہی دے کر آپ کے دامان کرم سے وابستہ ہوگیا ہے وہ جہنم میں نہ جائے۔ بلاشبہ آپ کا اپنے سائلوں کی دنیا میں جھولیاں بھرتے رہنا بھی آپ کی بہت بڑی عطا ہے لیکن اس جود و عطا اور لطف و نوازش کا مقام کچھ اور ہی ہے جو آپ قیامت کے دن اپنے غلاموں پر کریں گے۔

حضرات محترم! اگر کوئی بدنصیب شخص آج آپ کی عطا و سخا کو تسلیم نہیں کرتا اور آپ کو قاسم نعمتِ الٰہیہ نہیں مانتا تو کل قیامت کے دن وہ کس منہ سے بدعا نجات طلب کر سکے گا۔ اعلیٰحضرت کیا خوب فرماتے ہیں ؎

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا

اللہ کا وعدہ حق ہے

آیت کریمہ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی کے اسرار و معارف کو کما حقہ، بیان کرنے کی طاقت نہ قلم کو ہے نہ زبان کو۔ تاہم قارئین کے قلوب کے تلذذ کے لیے چند تفاسیر کے حوالے پیشِ خدمت ہیں۔

علامہ زمخشری تفسیر الکشاف میں زیرِ آیت رقمطراز ہیں:۔

مَوْعِدٌ شَامِلٌ لِمَا اَعْطَاهُ فِی الدُّنْیَا مِنَ الْفَتْحِ وَالظَّفَرِ بِاَعْدَائِهٖ یَوْمَ بَدْرٍ وَیَوْمَ فَتْحِ مَکَّۃَ وَدُخُوْلِ النَّاسِ فِی الدِّیْنِ اَفْوَاجًا۔ (تفسیر کشاف ج ۴ ص ـــــ)

اس آیت کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا وہ وعدہ شامل ہے جس سے اُس نے حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا میں میدانِ بدر اور فتح مکہ کے دن دشمنوں پر فتح و ظفر عطا فرمائی اور لوگوں کو فوج در فوج دین اسلام میں داخل فرمایا۔

بعد ازاں صاحبِ تفسیر نے زیرِ آیت یہ قول نقل کیا ہے:۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ لَهٗ فِی الْجَنَّۃِ اَلْفُ قَصْرٍ مِنْ لُؤْلُؤٍ اَبْیَضَ تُرَابُهُ الْمِسْکُ۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جنت میں حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے موتیوں کے ایک ہزار محل ہوں گے جن کی مٹی کستوری کی ہوگی۔

قارئین کرام! جنت میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ایک ہزار محلات بلاشبہ آپ کا بہت بڑا اعزاز ہے۔ اور یہ محلات دنیا کے بادشاہوں جیسے محض قلعہ نما محل ہوں گے بلکہ ان کی وسعت ہزاروں لاکھوں میلوں

پر بھی محیط ہو تو یہ غیر ممکن نہ ہوگا اور بہت ممکن ہے کہ جنت کے ایک ایک محل میں آپ کی پوری اُمت رہائش پذیر ہو جائے۔

حضور سید الانبیاء حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ اعزاز یقیناً دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور تمام مخلوقات سے بلند و بالا ہے۔ اور آپ کے جود و عطا کے خزانے اس دنیا میں بھی کھُلے ہوئے ہیں اور آخرت میں بھی انعامات خداوندی کی تقسیم کا کام آپ کے ہاتھوں میں ہی ہوگا۔

کون کہتا ہے وہ خالی ہاتھ ہیں
دو جہاں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

مزید از زیرِ آیت چند تفاسیر کے حوالے مزید پیش خدمت ہیں تاکہ عاشقانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دلوں کو دولتِ کیف اور نعمتِ سرود دوام حاصل ہو۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی یَعْنِی الْفَتْحَ فِی الدُّنْیَا وَثَوَابَ الْاٰخِرَۃِ وَقِیْلَ الْحَوْضُ وَالشَّفَاعَۃُ. وَقِیْلَ اَلْفُ قَصْرٍ مِنْ لُؤْلُؤٍ اَبْیَضَ تُرَابُهُ الْمِسْکُ وَقِیْلَ غَیْرُ ذٰلِکَ وَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ یُعْطِیْهِ مَا یَرْضٰی بِهٖ مِنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (فتح القدیر ج ۲ ص ۴۵۷، ۴۵۸)

یعنی آپ کو آپ کا رب دنیا میں فتح اور آخرت میں اس قدر ثواب عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

بعض نے کہا کہ۔ آپ کو حوض و شفاعت دے گا یعنی حوض کوثر اور شفاعتِ کبریٰ عطا فرمائے گا۔

بعض نے کہا کہ آپ کو سفید موتیوں کے ایک ہزار محل عطا فرمائے گا جن کی مٹی کستوری کی ہوگی۔

علاوہ ازیں بھی اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے اس قدر عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

"یُعْطِیْکَ فَتَرْضٰی" فِی الدَّارِ الْاٰخِرَۃِ یُعْطِیْہِ حَتّٰی یُرْضِیَہٗ فِیْ اُمَّتِہٖ۔

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو آخرت میں آپ کی اُمّت کے بارے اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

حاجت براری میں حقیقتِ ازلیہ

ناظرین کرام! تفسیر ابن کثیر اُن حضرات کے نزدیک بھی ثقہ تفسیر ہے جن کے بارے میں امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

تیرا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
عجب ہیں یہ کھانے غرّانے والے

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم واسطہ وسیلہ کو نہیں مانتے اور جس چیز کی ضرورت ہو، براہِ راست خدا سے طلب کرتے ہیں اس لیے کہ خدا تعالیٰ کے انبیاء کرام بھی اُسی سے طلب کرتے ہیں حالانکہ یہ لوگ اپنے اس دعوے میں صادق نہیں اور نہ جانے دنیاوی اُمور کے حصول میں کس کس کے دروازے پر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ اور نفس کی کون کون سی خواہش کی پرستش کرتے ہیں تاہم اگر ان کا دعویٰ سچا بھی مان لیا جائے۔ تو یہ ان کا تحکم اور زبردستی ہے اور در پردہ اُن عطاؤں کو انکار ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب

صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص فرما رکھی ہیں۔ خالق کائنات نے اپنے محبوب کو ان تمام بڑی بڑی عطاؤں سے نواز رکھا ہے جو دونوں جہانوں کے حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لیے کافی وشافی ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو آپ کی اُمّت کے لیے اتنا کچھ دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ اس تفسیر سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو دوسروں پر عنایات ونوازشات اور جود وکرم کے دروازے کھولنے کے لیے دے گا۔ اب اگر حضور سرورِ کائنات اللہ رب العزت سے لے کر دوسروں کو عطا فرماتے ہیں تو بانٹنے والے اور تقسیم کرنے والے سے طلب کرنا کس طرح شرک ہو جائے۔

حضور رحمتِ عالم ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرمایا:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء آیت پ ١٧، ع ٧)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں صاحب تفسیر حسینی رقم طراز ہیں:۔

ونہ فرستادیم ترا اے محمد! مگر بخشائش مر عالمیان حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام رحمت است بر مومناں را کہ بدو راہ یافتند اِنَّمَآ اَنَا رَحْمَۃٌ مُّھْدَاۃٌ۔ (الحدیث)

و رحمت است مر کافراں را کہ بسبب وے از عذاب استیصال ایمن بودند مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَ اَنْتَ فِیْھِمْ۔
(القرآن المجید)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت وسیع ہے

در کشف الاسرار آوردہ کہ از رحمت وے بود کہ امت را در ہیچ مقام فراموش نکرد اگر در مکہ معظمہ و اگر در مدینہ طیبہ و اگر در مسجد مکرم و اگر در حجرہ طاہرہ ہمچنیں بزدرہ عرش و مقام قاب قوسین یاد فرمود اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ۔ فردا در مقام محمود و بساط شفاعت گسترده گوید اُمتی اُمتی۔

عاصیان چہ گناہ در دامن آخر الزماں
دست در دامن تو دارند وجان و آستین
ناامید از حضرت با نصرت نتواں شدن
چوں توئی در ہر دو عالم رحمۃ للعالمین

اس تمام عبارت کا رواں دواں ترجمہ یہ ہے:

"یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر دونوں جہانوں کے لیے بخشش فرمانے والے۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مومنوں کے لیے رحمت ہیں کہ انہوں نے آپ سے ہدایت پائی۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے میں رحمت اور ہدایت دینے والا ہوں۔

آپ کافروں کے لیے بھی رحمت ہیں کیونکہ وہ آپ کی بدولت ہلاکت وتباہی کے عذاب سے محفوظ ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی شان نہیں کہ وہ انھیں عذاب

کرے کیونکہ آپ ان میں تشریف فرما ہیں۔

حضور ہر وقت حاضر وناظر ہیں

کشف الاسرار میں آیا ہے کہ آپ کی رحمت یہ ہے کہ آپ نے کسی بھی مقام پر اپنی امت کو فراموش نہیں کیا۔ آپ مکہ معظمہ میں ہوں یا مدینہ طیبہ میں، مسجد شریف میں ہوں یا حجرہ طاہرہ میں اپنی امت کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ ایسے ہی آپ نے عرش معلی سے آگے جاکر قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر بھی ہمیں یاد کرتے ہوئے فرمایا اللہ کے نیک بندوں پر ہمارا سلام ہو۔

کل قیامت کے دن بھی ہمارے آقائے نعمت روائے شفاعت بچھا کر عامۃ الناس کو دامان رحمت میں چھپالیں گے اور ساتھ ہی ساتھ بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے اے رب میری امت، اے رب میری امت۔

اپنے عمل نہ اپنی عبادت پہ ناز ہے
اُن کو بس انہی کی شفاعت پہ ناز ہے

کامل ومکمل رحمت کون؟

صاحب تفسیر فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

قَالَ بَیْہَقِیْ فِی الدَّلَائِلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فِیْ قَوْلِہٖ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

مَنْ اٰمَنَ تَمَّتْ لَہُ الرَّحْمَۃُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ عُوْفِیَ مِمَّا کَانَ یُصِیْبُ الْاُمَمَ فِیْ عَاجِلِ الدُّنْیَا مِنَ الْعَذَابِ مِنَ الْخَسْفِ وَالْمَسْخِ وَالْقَذْفِ (تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۴۲۳)

یعنی بیہقی نے دلائل النبوت شریف میں بیان کیا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشادِ خداوندی "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" کی تفسیر میں فرمایا ہے:۔

جو شخص ایمان لایا اس کے لیے دنیا و آخرت میں کامل و اکمل رحمت ہو گی اور جو ایمان نہ لایا اُسے عذاب و خسو اور مسخ و قذف سے دنیا میں عافیت رہے جو دوسری اُمت کو تیزی سے اپنی لپیٹ میں لے لیتا تھا۔

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ، قَالَ: اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً

(فتح القدیر ج ۳ ص ۲۳۳)

مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی ہے کہا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ مشرکین کی ہلاکت کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میں یقیناً رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں اور لعنت کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔

حضرات گرامی مندرجہ بالا تفسیر اور براہین و دلائل سے واضح طور پر ثابت ہے کہ ہمارے آقائے نعمت حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں عالم کے لیے رحمتِ کامل اور متقین کے لیے ہدایت اتم ہیں۔ ؎

وہی ہیں رحمت وہی ہیں رأفت اُنھی کا در ہے درِ شفاعت
انھیں کے در کا میں ہوں بھکاری اُن سے سالم سوال میرا

ابن کثیر میں علامہ ابن کثیر زیرِ آیت وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ یوں رقم طراز ہیں:۔

یُخْبِرُ تَعَالٰی اَنَّ اللّٰهَ جَعَلَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ

وَسَلَّمَ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ اَیْ اَرْسَلَهٗ رَحْمَةً۔ اَللّٰهُمْ کُلَّهُمْ فَمَنْ قَبِلَ هٰذِهِ الرَّحْمَةَ وَشَکَرَ هٰذِهِ النِّعْمَةَ سَعِدَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ رَدَّهَا وَجَحَدَهَا خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ۔

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ جس نے اس رحمت کو قبول کر لیا اور اس نعمت کا شکر ادا کیا اس نے دنیا و آخرت میں سعادت حاصل کر لی۔ اور جس نے اس سے پہلو تہی کرتے ہوئے ٹھکرا دیا تو اس نے دونوں جہان میں خسارہ پایا۔ ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در
نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو
جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

(اعلیٰحضرت فاضل بریلوی)

لفظ رحمت کا مفہوم اور معانی

زیبِ عنوان آیت کریمہ میں آنے والے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے جلالین شریف کے حاشیہ نگار نے لکھا ہے:۔

وَ اَمَّا عَلٰی حَذْفِ مُضَافٍ اَیْ ذَا رَحْمَةٍ اَوْ بِمَعْنٰی رَاحِمٍ وَفِی الْحَدِیْثِ اِنَّمَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ۔

یعنی اس مقام پر رحمت کا لفظ موصوف ہو گا یعنی اے رحمت والے یا معنی راحم ہو گا اے رحم کرنے والے۔ اور حدیث شریف میں آپ کا ارشاد ہے: "اے لوگو! بیشک میں رحمت اور ہدایت دینے والا ہوں۔" رحمت مصدر بمعنی اسم مفعول

ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں اور اگر رحمت اسم
فاعل کے معنوں میں ہو تو مقصد یہ ہوگا محبوب آپ تمام افرادِ عالم کو رحمت
دینے والے ہیں۔ اس صورت میں آپ رحمت دینے والے یعنی باذن اللہ تمام
جہان کے داتا اور تمام جہان آپ کا سائل ہے۔ ہر ایک آپ کا محتاج اور آپ
محتاج الٰہیہ ہیں۔ یہ معنی اس لام سے مستفاد ہے جو رحمۃ للعالمین میں ہے کیونکہ
یہ لام فائدہ اور نفع کا ہے اس لیے حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیض کے
مقام پر رحمت کے ساتھ متصف ہیں یعنی رحمت دینے والے اور لفظ عالمین
انفصال کے درجہ میں ہے یعنی دونوں جہان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محتاج
اور اثر قبول کرنے والے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے آقائے نعمت منبع جود و عطا ہیں۔ اور اللہ
تبارک و تعالیٰ اذن و امر سے معطیٔ نعمت اور قاسم رحمت ہیں۔

فقیر کہتا ہے ؎

میرے آقا کے سوالی ہیں انسان بھی
جن بھی حور و ملک بھی طائر و حیوان بھی

حضور رحمتِ عالم تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عطا و سخا
کے متعلق قرآن و حدیث کی متعدد نصوص سے جو دلائلِ قاہرہ و باہرہ پیشِ خدمت
کر چکا ہوں ان کی روشنی میں کسی سلیم الطبع کے لیے گنجائشِ انکار نہیں مگر سقیم
الطبع اور بدبخت انسان کی عداوتِ ازلی کا کوئی علاج نہیں۔

اَللّٰھُمَّ لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا

حدیثِ مصطفٰے سے اثباتِ حقیقیہ

حضراتِ محترم! حضور سید عالم فخر بنی آدم و بنی آدم سید العرب والعجم
امام الانبیاء صاحب جود و عطا احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کے
جود و نوال اور عطاء و بخشش کے بارے میں قرآن مجید کی چند آیاتِ بینات پیش
کرنے کے بعد چند احادیث مبارکہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

امام بخاری نے بخاری شریف میں رقم طراز کی۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ
مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَاَنَا اَوْلٰی بِہٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ
اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ فَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَتَرَکَ مَالًا
فَلْیَرِثْہُ عَصَبَتُہٗ مَنْ کَانُوْا وَمَنْ تَرَکَ دَیْنًا اَوْ ضِیَاعًا فَلْیَاْتِنِیْ
فَاَنَا مَوْلَاہُ۔ (بخاری شریف ج ۱ [illegible])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم
رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا میں دنیا و آخرت میں ہر مومن کے زیادہ
قریب ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ پڑھو "نبی مومنوں کی جانوں سے ان کے زیادہ
قریب ہیں" پس جب مومن فوت ہوا اور اس نے مال چھوڑا تو اس کے رشتہ
دار اس کے وارث ہوں گے اور جو قرض چھوڑ کر فوت ہوا تو وہ میرے پاس آئے
میں اس کا مولا ہوں یعنی میں اس کا قرض ادا کروں گا۔

سبحان اللہ! یہ ہے شہنشاہِ مملکت کے جود و عطا کی بخششوں کا عالم۔
یہ ہے اس رسولِ دوسرا کی اپنی امت سے محبت کہ اگر آپ کا امتی مال چھوڑ
کر فوت ہو جائے تو مال سنبھالنے کے لیے اس کے وارث اس کے رشتہ دار
ہوں گے۔ اگر وہ قرض چھوڑ کر فوت ہو جاتا ہے تو قرضہ ادا کرنے کے لیے
اس کے وارث حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنتے ہیں۔ ؎

کہاں ہے ایسا کریم آقا کہاں ہے ایسا کریم مولا
عطا سراپا، سراپا بخشش ہے سب سے میرا عظیم مولا

نکتہ عجوبہ

اس حدیث پاک میں دیگر متعدد لطائف کے علاوہ ایک لطیف و نظیف نکتہ یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوت ہونے والے مومن کو فرماتے ہیں کہ وہ میرے پاس آئے گویا فوت ہونے کے بعد حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری ہوتی ہے اور وہیں سے قرض کی ادائیگی اور نجات حاصل ہوتی ہے۔ گویا آپ زندوں کو بھی عطا فرماتے ہیں۔ اور مرنے والوں پر بھی بخشش کے دروازے بند نہیں کرتے۔

آپ کے امین و صادق ہونے پر اثبات

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ بَعَثَ عَلِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِذُہَیْبَۃٍ فَقَسَمَہَا بَیْنَ اَرْبَعَۃٍ فَغَضِبَتْ قُرَیْشٌ وَالْاَنْصَارُ وَقَالُوْا نُعْطِیْ صَنَادِیْدَ اَہْلِ نَجْدٍ وَیَدَعُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَتَاَلَّفُہُمْ (بخاری شریف ج ۱ ص ۴۷۲)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے کچھ سونا آپ کی خدمت میں پیش کیا جسے آپ نے چار قبیلوں کے درمیان تقسیم فرما دیا تو قریش اور انصار کو اس پر ملال ہوا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل نجد کو عطا فرما رہے ہیں۔ اور ہمیں نظر انداز فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا! یقیناً میں نے ان کے دلوں میں اُلفت ڈال دی ہے۔

سبحان اللہ! ہمارے آقا نعمت مال بھی عطا فرماتے ہیں اور تالیف قلبی بھی فرماتے ہیں نہ صرف یہ بلکہ اپنے اختیار کامل سے جس کو جتنا چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں ۔

ہر اک پہ انوکھا لطف ہے آقا کا ہوا
کنز کرم ہے آپ کا ہر دم کھلا ہوا

غور طلب بات

مذکورہ بالا حدیث کا باقی حصہ یہ ہے:

فَاَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَیْنَیْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَیْنِ نَاتِئُ الْجَبِیْنِ کَثُّ اللِّحْیَۃِ مَحْلُوْقُ الرَّأْسِ، فَقَالَ اتَّقِ اللّٰہَ یَا مُحَمَّدُ فَقَالَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ اِذَا عَصَیْتُ اَیَاْمَنُنِیْ اللّٰہُ عَلٰی اَہْلِ الْاَرْضِ فَلَا تَاْمَنُوْنِیْ فَسَاَلَہٗ رَجُلٌ قَتْلَہٗ اَحْسِبُہٗ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ فَمَنَعَہٗ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ ہٰذَا اَوْ فِیْ عَقِبِ ہٰذَا قَوْمًا یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَہُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ مُرُوْقَ السَّہْمِ مِنَ الرَّمِیَّۃِ یَقْتُلُوْنَ اَہْلَ الْاِسْلَامِ وَیَدَعُوْنَ اَہْلَ الْاَوْثَانِ لَئِنْ اَدْرَکْتُہُمْ لَاَقْتُلَنَّہُمْ قَتْلَ عَادٍ۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۷۲)

یعنی ایک شخص آپ کی طرف متوجہ ہوا جس کی علامت یہ تھی کہ اس کی دونوں آنکھیں کھنچی ہوئی تھیں، رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں، پیشانی اونچی تھی۔ داڑھی گھنی اور سر منڈا ہوا تھا۔ اس نے کہا! اے محمد اللہ سے ڈرو۔ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں نافرمانی کروں تو میرے بعد اللہ کی اطاعت کون کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اہل زمین کے لیے امین بنایا ہے مگر تم مجھے امین نہیں مانتے۔ اسی اثناء میں آپ کے ایک صحابی جو غالباً خالد بن ولید تھے نے آپ سے اس شخص کے قتل کی اجازت طلب کی آپ نے انہیں اس کے

قتل سے روکتے ہوئے فرمایا۔ اس کے پیچھے اس کی نسل سے ایک قوم ہوگی جو قرآن پڑھے گی۔ اور قرآن اُس کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بُت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں اُن کا زمانہ پاؤں تو انھیں قومِ عاد کی طرح قتل کر دوں۔

شکوک و شبہات کا ازالہ

اس حدیث کی تشریح نہ بھی کی جائے تو جب بھی اُس شخص کی نسل کو پہچاننے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی، حدیث پاک میں اُس شخص کی مکمل تصویر کشی کے بعد اُس کے آنے والی نسل کا تذکرہ یقیناً اُن کی چہروں کی ہیئت واضح کرتا تھا۔

اس مضمون کی ایک حدیث پہلے بھی بیان ہو چکی ہے۔ اس میں بھی اسی شکل وصورت کا شخص تھا جس نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے آپ کے امین ہونے پر شک کیا تھا۔ ایسے ہی جو لوگ اب بھی آپ کے امین ہونے پر شک کرتے ہیں اُن کی صورتیں دیکھیں تو اُسی شخص کی صورت کا مظہر ہوں گی جس کی تصویر کشی حدیث شریف میں کی گئی ہے۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے علوم غیبیہ کے امین ہیں مگر یہ آپ کے پاس غیب کے اُن خزانوں کا ہی انکار کرتے ہیں تو امین کیا مانیں گے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں"۔ مگر یہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے قاسم ہی نہیں مانتے تو امین کیا مانیں گے۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ دلوں کا حال جانتے تھے اس لیے آپ پر اہلِ نجد کے ایمان کی کمزوری ظاہر تھی۔ اور ان کے کمزور ایمان کی وجہ سے ہی آپ نے انھیں مال عطا فرما کر اُن کی بیماری کا علاج کیا تھا۔ مگر یہ فتنہ پھر بھی قائم رہا۔ اس فتنے کا قائم رہنا اس لیے بھی ضروری تھا کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ نجد سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ اور شیطان کا ایک سینگ وہاں سے محمد بن عبدالوہاب کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اُس شخص نے صلیب پرست انگریزوں سے ساز باز کرکے مسلمانوں کا خون حلال قرار دے دیا اور اہلِ اسلام پر وہ ظلم وستم کیا جسے سُن کر رُوحِ انسانیت لرزہ براندام ہو جاتی ہے۔

شیخ نجد کی حقیقت کا انکشاف

حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف کفار ومشرکین مکہ کی محاذ آرائی میں شیطان لعین بوڑھے نجدی کے رُوپ میں ان کا مشیرِ خاص ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ متعدد بار اس نے اُن لوگوں کی پذیرائی اور رہنمائی کی جو کتب سیر میں مرقوم ہے۔

ہجرت کی رات حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کی تیاریوں میں مصروف تھے اور کفارِ مکہ آپ پر آخری ضرب لگانے کے لیے دارالندوہ میں جمع تھے۔ اسی اثناء میں شیطان بوڑھے نجدی کے رُوپ میں اُن کی مجلس میں در آیا اُسے دیکھ کر لوگوں نے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں نجد کا بزرگ ہوں۔

فَاعْتَرَضَهُمْ اِبْلِيْسُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْخٍ جَلِيْلٍ فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ شَيْخٌ مِّنْ اَهْلِ نَجْدٍ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۳۰۵)

بہر کیف! ان کی ایک نشانی سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی بتائی ہے کہ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ قارئین خود ہی غور فرمائیں کہ وہ لوگ کون ہیں جن کے حلق سے قرآن نہیں اُترتا ہے، وہ کون ہیں جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تو پڑھتے ہیں کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اُن کے حلق سے نہیں اُترتا۔ علیٰ ہذا القیاس وہ سینکڑوں آیاتِ قرآنیہ جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کیے گئے انعامات و اکرامات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ان کے حلق کے نیچے اُتریں اور وہ کسی بھی صورت میں ان کے اقرار پر رضامند نہیں ہیں۔ ہندو بُت پرستوں کے ساتھ مل کر اہل اسلام کا استیصال کرنے والے کون لوگ ہیں۔ یہ امر آپ سے پوشیدہ نہیں اس لیے ہم اس حدیث کی مزید تشریح نہیں کریں گے۔ سوائے اس کے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں آخری فرمان دہرادیں کہ اگر میں اُن کو پاؤں تو قوم عاد کی طرح قتل کردوں۔ تاہم اس مقام پر فتنۂ نجد کا اجمالاً قدرے ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

نجد سے فتنہ کا آغاز ہونا

منقولہ بالا حدیث کے آغاز میں بتایا گیا ہے کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا پیش کردہ سونا نجد کے چار قبیلوں کو تقسیم کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ میں نے ان کو یہ مال ان کی تالیفِ قلبی کے طور پر عطا فرمایا ہے جب کہ فرض بھی یقیناً نجد ہی کے کسی پانچویں قبیلے کا شخص ہوگا جو اپنے ساتھیوں پر یہ الطاف برداشت نہ کرسکا۔

یہ واقعہ اور اس قسم کے دیگر واقعات اس امر پر شاہد ہیں کہ علاقہ نجد اور شیطان کا آپس میں خصوصی ارتباط اور گہرا تعلق ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ علاقہ نجد شیطان کا دار الحکومت ہے جہاں وہ کروہ باقی دنیا کے اپنے زیر اثر لوگوں پر حکمرانی کرتا ہے۔ اور اس امر کی تائید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا قَالُوْا وَفِي نَجْدِنَا قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا قَالُوْا: وَفِي نَجْدِنَا قَالَ هُنَالِكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

(بخاری شریف ج ۱ صہ ۱۴۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا فرماتے ہوئے کہا الٰہی! ہمارے شام اور یمن میں برکت فرما۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ اور ہمارے نجد کیلئے برکت کی دعا بھی فرمائیں آپ نے فرمایا وہاں پر زلزلوں اور فتنوں کے علاوہ شیطان کا سنگ نکلے گا۔

نبی غیب دان کی غیب دانی

بہر کیف! حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نجدیوں کے لیے دُعا نہ فرمانا اور وہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہونے کی پیشگوئی فرمانا اس خطہ کی بدبختی اور محرومی کی واضح برہان ہے۔ چنانچہ رسول غیب دان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق محمد بن عبد الوہاب نجدی کی صورت میں وہاں سے شیطان کا سینگ نکلا جس نے ابلیسی مشن کو پورا کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا۔ اس شقی نے مسلمانوں کا خون حلال قرار دے کر انگریزوں کے لیے

نو آبادیاتی ریاستوں کے قیام میں مدد دی، مسلمانوں کے اموال لوٹ لیے۔ ان کے معصوم بچوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اُن کی پردہ دار خواتین کی بے حرمتی کرنے کے بعد انھیں کنیزیں بنا لیا۔ اور پھر شعائرِ اسلام کو بکھیر ختم کر دینے کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات کو زمین بوس کر دیا۔

لفظ وہابی کا انکشاف

بلاشبہ اہلحدیث کہلانے والے غیر مقلد حضرات اُسی شیطان کے سینگ یعنی ابن عبدالوہاب کی اتباع کرنے سے وہابی کہلاتے ہیں، چنانچہ اس کی تصنیف کتاب التوحید کے ترجمہ نگار یوسف بن محمد سورتی نے اسی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے "اہلحدیث بھی نجدیوں سے الفت محبت رکھتے ہیں"

(کتاب التوحید مترجم صفحہ ۲)

اہلِ حدیث کہلانے والے وہابیوں کا یہ اعتراف مزید تبصرے کا محتاج نہیں اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ نجدی اور وہابی ایک ہی تصویر کے دو رُخ اور ایک ہی خانوادہ کے افراد ہیں۔

وہابیت کی پرکھ پرچول

مشہور دیوبندی رہنما مولوی حسین احمد مدنی رقم طراز ہے کہ:۔

"صاحبو! محمد بن عبدالوہاب تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہُوا۔ چونکہ یہ شخص خیالاتِ باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہلِ سنت و جماعت سے قتل و قتال کیا۔ اُن کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ اُن کے اموال کو مالِ غنیمت اور حلال

سمجھتا رہا۔ اُن کے قتل کو نیکی اور باعثِ ثواب و رحمت شمار کرتا تھا۔ اہلِ حرمین کو خصوصاً اور اہلِ حجاز کو عموماً تکلیف پہنچاتا۔ اس نے صالحین اور اُن کے اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو اس کی تکلیف شدیدہ کی وجہ سے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ ہزاروں آدمی اُس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

ابن عبدالوہاب کون تھا؟

الحاصل! وہ ایک ظالم، باغی، خونخوار اور فاسق شخص تھا۔ اسی لیے اہلِ عرب کو خصوصاً اُس کی اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ کہ نصاریٰ سے اور نہ ہنود سے، غرض یہ کہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے اُن کو اُس کے اصحاب سے اعلیٰ درجے کی عداوت ہے۔ اور بیشک انھیں ایسی ایسی تکالیف پہنچائی گئی تھیں تو ہونا بھی چاہیے۔ چنانچہ وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر عداوت نہیں رکھتے جتنی وہابیہ سے۔

(شہابِ ثاقب اُردو صفحہ ۴۲ از مولوی حسین احمد صدر مدرس مدرسہ دیوبند)

حق و باطل کی گواہی

خوارج کتاب و سنت کی تاویل میں تحریف کرتے ہیں اور مسلمانوں کا خون بہانا اور مال چھین لینا مباح قرار دیتے ہیں۔ انہی جیسا فرقہ وہابیہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ وہ حق پر ہیں۔ حالانکہ درحقیقت وہ جھوٹے ہیں۔ انھیں شیطان نے بہکا دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یاد کو بھلا رہا ہے۔ یہی لوگ خسارہ پانے والے

ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی جڑ کاٹ دے۔

(تفسیر صاوی ج ۳ ص ۳۰۸)

کیا محمد ابن وہاب نجدی خارجی تھا؟

فقیہ بے مثال علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"ہمارے زمانے میں ابن عبدالوہاب کے پیروکار نجد سے نکلے جنہوں نے حرمین پر غلبہ حاصل کر لیا۔ وہ حنبلی مذہب کی طرف انتساب کرتے ہیں مگر ان کا عقیدہ ہے کہ وہی مسلمان ہیں۔ جو ان کے عقائد کے مطابق نہیں وہ مشرک ہے۔ انھوں نے اہلسنت کو قتل مباح قرار دیا۔ علماء اہلسنت کو شہید کیا۔ یہاں تک کہ ۱۲۳۳ھ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت کو ختم کیا۔ اُن کے شہروں کو تباہ کیا۔ ان کو اسلام پر فتح عطا فرمائی۔"

(ردالمحتار علی درالمختار المعروف فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۳۰۹)

خارج از اسلام کون؟

غیر مقلدین کے امام و مقتدیٰ قاضی شوکانی لکھتے ہیں:۔

"اہل نجد کا خیال ہے جو امیر اہل نجد کے دائرہ اطاعت سے باہر ہے وہ خارج از اسلام ہے۔ (البدر الطالع ج ۲ ص ۷)

نوٹ:۔ یہ عبارات فقیر نے شیخ الاسلام مفتی حرمین الشریفین سید احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "الدرر السنیۃ" سے نقل کی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے۔ آمین۔

....

عطائے رسول کی جانب

ان چند وضاحتی اُمور کے بعد مضمون سابق کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اور آپ کے سامنے حضور تاجدارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عطا وسخا کے مزید چند نمونہ جات لائے جاتے ہیں۔ چونکہ قرآن مجید کی آیات مبارکہ کے بعد اس ضمن میں سلسلہ احادیث شروع ہے۔ لہٰذا ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب العلم فصل اول ص ۳۲)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث پاک کا ترجمہ وتشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"کسے کہ می خواہد خدا تعالیٰ بوے نیکی را فقیہ می گرداند اورا در دین فہم وزیرکی ودانائی می بخشد بہ آں می کشائند بصیرت اورا تا ادراک می کند معانی کتاب وسنت می رسد بحقیقت مراد از فقہ در اصل فطنت است ودر عرف شرع غالب آمدہ بہ علم باحکام عملیہ نیستم من مگر قسمت کنندہ وخدا ہر کرا می خواہد وہر چہ می خواہد از فہم ودین وغیر آں۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۳۲)

یعنی خداوند تعالیٰ جس کے لیے نیکی کا ارادہ فرماتا ہے اُسے دین میں فقاہت، فہم، دانائی اور ذہانت عطا فرما دیتا ہے۔ اور اس کی بصیرت کو اس قدر وسیع فرما دیتا ہے۔ فقہ سے مراد اصل میں فہم فطنت ہے۔ اور عرف شرع میں احکام عملی کے ساتھ علم پر غالب آتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فہم دین وغیرہ جو چاہے عطا فرماتا ہے۔

اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

لفظ قاسم کی تعریف حقیقیہ

منقولہ بالا حدیث مبارک میں اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ کا جملہ بطور خاص توجہ طلب ہے۔ **قاسم**۔ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اسم فاعل کی تعریف یہ ہے:۔

"اسم فاعل اسم است کہ مشتق باشد از مضارع تا دلالت کند بر ذات کہ قائم باشد باں فعل بمعنی حدوث بدوں لحاظ تفصیل و زیادت او ہر چند دیگر۔" (حاشیہ میزان الصرف صـ١٨)

یعنی اسم فاعل ایک اسم ہے جو مضارع سے مشتق ہو اور ایسی ذات پر دلالت کرے۔ دوسری چیز پر تفصیل و زیادتی کا لحاظ کیے بغیر بطریق حدوث فعل کے ساتھ قائم ہو۔

چونکہ اَنَا قَاسِمٌ سے حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس و اعلیٰ مراد ہے۔ اور تقسیم کرنے کا فعل آپ کی ذات کریم سے قائم ہے۔ لہٰذا معنیٰ یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تقسیم فرمانے والے ہیں۔ اور یہ جملہ اسمیہ ہے جو تین زمانوں میں کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس سے آپکا ہر حال اور ہر زمانہ میں **قاسم** ہونا ثابت ہوتا ہے۔ خواہ عالم دنیا ہو یا عالم برزخ ہو اور خواہ میدانِ محشر ہو۔ پھر آپ نے **اَنَا قاسم** کو **انما** کے آغاز سے مزید مضبوط کر دیا تاکہ منکرین کو آپ کی عطا و سخا پر کسی بھی صورت میں جرأت انکار نہ ہو سکے۔

واضح ترین برہان سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہو جاتا ہے کہ ہمارے آقائے

نعمت اللہ تبارک وتعالیٰ کی تمام تر نعمتوں کو تقسیم فرمانے والے ہیں۔ چونکہ تقسیم کرنے والا دوسروں کو عطا کرتا ہے لہٰذا لفظ قاسم معطی کے معنوں کو متضمن ہوگا۔ یعنی جو قاسم ہے وہ معطی بھی ہے یعنی عطا فرمانے والا ہے۔ دینے والا ہے۔ اور داتا ہے۔ چنانچہ آپ کے خوانِ کرم سے دونوں جہان کی ہر چیز ہمہ وقت فیضیاب ہو رہی ہے۔ اور آپ کی عطاؤں کا سمندر ہمہ وقت موجزن ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا:۔

حَيَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ

یعنی میرا دنیا میں زندہ رہنا بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میرا انتقال فرمانا بھی تمہارے لیے خیر ہے۔

اُن کا کھا کہ جو اُن کے فیضان وکرم کا منکر ہے وہ پاگل ہے اور فہم و خرد سے عاری ہے۔

جنّت کو انو جو جنّت کے کہنے سے انکار کرے
کہہ دو اُس دوزخ کے ایندھن کو وہ بیشک ناری ہے

سب سے بڑا سخی کون؟

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَنْ اَجْوَدُ جُوْدًا؟ فَقَالُوْا! اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ! اَللّٰهُ تَعَالٰى اَجْوَدُ جُوْدًا ثُمَّ اَنَا اَجْوَدُ بَنِيْ اٰدَمَ وَاَجْوَدُهُمْ مِنْ بَعْدِيْ رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا فَنَشَرَهٗ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَمِيْرًا وَحْدَهٗ اَوْ قَالَ اُمَّةً وَّاحِدَةً (مشکوٰۃ شریف کتاب العلم فصل ثالث صـ٣)

محقق علی الاطلاق شیخ المشائخ قطب الواصلین حضرت جناب شاہ عبدالحق

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کا ترجمہ و تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

آیا می دانید کیست نیک تر و سرۃٌ در سند تر از جود و کرم؟
گفتند صحابہ خدا و رسول دانا تر است۔

بداں قال گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کامل تر و بزرگ تر است از روئے جود از ہر کہ غیر اوست، بعد از حق تعالیٰ من جواد تر ام از میان آدمیان و جواد ترین انسان بعد از من در بعد نسخ اَجْوَدُہُمْ۔ یعنی جواد ترین بنی آدم رَجُلٌ عَالِمٌ عَلِمَ فَنَشَرَہٗ مروی است کہ حاصل کرد علم را پس نشر کرد علم را بتعلیم و تصنیف بلکہ بکتابت نیز واللہ اعلم، می آید روز محشر تنہا مانند میرے کہ ہمراہ او تابعان و خادمان باشند۔ شک راوی است کہ بجائے امیر امت واحدہ گفت یعنی تن تنہا مانند امتے و جماعتے باشند، چنانچہ در شان ابراہیم خلیل علیہ السلام آمدہ اِنَّ اِبْرٰہِیْمَ کَانَ اُمَّۃً مقصود آنکہ معزز و مکرم باشند میان خلائق و با شوکت و حشمت آید آں روز۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ صفحہ ۱۳۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے کہ سب سے بڑا سخی کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سخاوت کے لحاظ سے اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے بڑا سخی ہے۔ اس کے بعد اولادِ آدم میں سب سے بڑا سخی میں ہوں۔ میرے بعد وہ بڑا سخی ہے جس نے علم پڑھا اور اسے

نشر کیا۔ بلکہ کتابت بھی کیا۔ وہ قیامت کے دن اکیلا امیر بن کے آئے گا۔ اس کے ساتھ خدام اور اتباع کرنے والے ہوں گے راوی کو شک ہے کہ آپ نے امیرِ واحدہ کے بجائے اُمت واحدہ فرمایا! یعنی اکیلا ہی اُمت یا ایک جماعت ہوگا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں آیا ہے کہ آپ اکیلے ایک اُمت ہیں، اس کا مقصد اُن کا مخلوق میں صاحبِ عزت و تکریم ہونا ہے اور قیامت کے دن شوکت و سطوت کے ساتھ آنا ہے:

مذکورہ بالا حدیث شریف میں دینی علوم کی نشر و اشاعت کرنے والے عالمِ دین کے شرف و فضیلت کا بیان آنے کے علاوہ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جو مقام متعین ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جوادِ حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد میں سب سے بڑے جواد اور سب سے بڑے سخی آپ ہیں۔ غالباً اسی نص حدیث پاک کے پیش نظر صاحب قصیدہ بُردہ شریف حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

وَ اِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَ مِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یا رسول اللہ! بیشک دنیا و آخرت آپ کی سخاوت سے ہے۔ اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم میں سے ایک علم ہے۔

فقیر نے اسی پیرائے میں کچھ کہا ہے ؎

محمد مصطفیٰ جواد ہیں بحرِ سخاوت ہیں
سراپا فیض رحمت، کنزِ کرامت ہیں

بھکاری اُن کے ہیں رضوی میں آسمان والے
مگر بد بخت نجدی جُود سے رکھتے عداوت ہیں

گنج نہاں کا انکشافِ جلیلہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنَ الرَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وِعَائَیْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ فِیْكُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ یَعْنِیْ مَجْرَی الطَّعَامِ۔

(رواہ البخاری، مشکوٰۃ شریف کتاب العلم فصل سوم صفحہ ۳۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن محفوظ کر لیے۔ ان میں سے ایک کو میں نے پھیلا دیا۔ اگر دوسرے کو پھیلاؤں تو میرا نرخرہ کاٹ دیا جائے یعنی میری گذرگاہِ طعام کاٹ دی جائے۔

علوم کے ان دونوں پیالوں میں کیا بھرا ہوا تھا۔ یہ عطا فرمانے والا لینے والا جان سکتا ہے۔ تاہم شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اس کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"اگر مراد ایں قائل نفی علم باطل وجودِ حقائق اسرار است رفہم عوام بداں نرسد و افشائے آں مصلحت وقت نباشد۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۰)

"یعنی اگر قائل کی اس مراد علم باطل کی نفی اور حقائق اسرار کا وجود ہے جہاں تک عوام کی عقل نہیں پہنچ سکتی"

اس سے ظاہر ہے کہ علوم ظواہر کے علاوہ باطنی اسرار و حقائق بھی

حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ اقدس و اعلیٰ
قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ

(سورۃ لقمان پ ۲۱ ع ۱۱)

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں علامہ واعظ کاشفی تحریر فرماتے ہیں:

"نعمت آشکارا و پوشیدہ خود را یعنی آنچہ می شناسید یا نعمت محسوسہ معقولہ و حفص نعمت جمع می خواہد و در نعمت ظاہر و باطن علماء را دریں آیت سخن بسیار است:

صاحب تیسیر آوردہ کہ در کتاب بحر العلوم نعمت را سی صد تفسیر کردہ و آنچہ مشہور است نعمت ظاہر حضرت رسالتپناہ است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم و نعمت باطنہ امداد ملائکہ۔

و بقول نعمت ظاہرہ و باطنہ اخلاق و نیکوئی است یا اقرار و تصدیق یا نطق و عقل یا وجود نعمت و مشہود و منعم تسویہ اعضاء و معرفت ملک العلا یا حفظ قرآن و فہم آں یا نہار و لیل یا صلوٰۃ و صوم یا ذکر لسان و فکر جنان و صحت ادیان بصر و بصیرت یا جذب منافع و دفع مضار یا بنائے اسوال و صفائے احوال یا نبوت و ولایت۔

شیخ جمال الدین ساجی قدس سرہٗ فرمود کہ فخر الاولیاء یونس بجاد فرمود کہ نعمت ظاہر انصاف گدایان دادن است بروز و نعمت باطن انصاف گدائے دادن است بشب و باقی وجود علماء و عرفاء در جواہر التفسیر ثبت است و مذکور۔ واللہ الموفق والی اللہ ترجع الامور۔

کوشش کن در سوئے آں بحر ویر   کہ اندراں یابی صد فنا پر

(تفسیر حسینی مطبوعہ تاج کمپنی)

منقولہ بالا آیت کریمہ اور اُس کی فارسی تفسیر کا رواں ترجمہ یہ ہے:۔

"میں نے تم پر ظاہری باطنی یعنی ظاہر و پوشیدہ نعمتوں کو کامل فرما دیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں علماء کا بہت سا کلام ہے۔ صاحب تفسیر بسیر فرماتے ہیں کتاب بحر العلوم میں اس کی تین سو وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ ظاہر نعمت خود حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور باطنی نعمت

ہم ظاہری باطنی نعمت اخلاق و نیکی یا اقرار و تصدیق یا نطق و عقل یا وجود نعمت اور شہود منعم یا اعضاء کا برابر ہونا یا بلند بادشاہ کی معرفت یا قرآن مجید کو حفظ کرنا اور سمجھنا یا بصارت و بصیرت یا انجذاب نفع اور اندفاع نقصان یا اموال کی زیادتی اور احوال کی صفائی یا نبوت و ولایت ہے۔

شیخ جمال الدین ساجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فخر الاولیاء یونس سجانوی نے فرمایا ظاہر نعمت گداؤں کے ساتھ ورات کو انصاف کرنا ہے۔ عالموں اور عارفوں کی باقی وجوہ جواہر التفسیر میں ذکر کی گئی ہیں اور اللہ ہی توفیق دیتا ہے اور اُسی کی طرف اُمور کا لوٹنا ہے۔

نعمتِ حقیقیہ کون؟

مذکورہ تفسیر کے مطابق حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کامل ہونے والی نعمتوں میں سے ہر نعمت کا مصداق ہونا آپ کی ذاتِ اقدس کے لیے مسلّم ہے۔ اس لیے ہر توجیہ درست ہے۔ اگر قرآن مجید کا حفظ و فہم مراد لیا جائے تو یہ بھی درست ہے اگر نبوت ولایت مُراد ہوں تو اس کا استحقاق آپ کے لیے ثابت ہے۔ اور تکمیل نبوت کے لیے خاتم النبیین کی مُہر اس پر ثبت ہے۔ ولایت کے اعلیٰ ترین مقام کے مسند نشین آپ ہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس

خالق کائنات کی ایسی کوئی نعمت باقی نہیں جس کا اتمام آپ کی ذات والا صفات پر نہ ہوا ہو۔

امام بوصیری نے کیا خوب فرمایا:۔

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا
یظھرن انوارھا للناس فی الظلم

پس یقیناً آپ فضیلتوں کے آفتاب ہیں۔ اور باقی انبیاء کرام ستارے ہیں۔ لوگوں کے لیے اندھیروں میں آپ کے فیض سے تمام انوار ظاہر ہیں۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ بردہ شریف کی شرح عطر الوردہ میں مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے اس شعر کے ترجمہ و تشریح میں لکھا ہے:۔

"وجہ اقبال یہ ہے کہ آپ آفتاب فضل و کمال ہیں۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام اس آفتاب کے اقمار و کواکب ہیں۔ پس جس طرح قمر بوقت غیبوبتِ شمس استفادہ نور کا شمس سے کر کے شبِ تاریک کو روشن کرتا ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام استفادہ فیوض ظاہری اور باطنی رُوح پُرفتوح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کر کے قبلِ ظہور وجود خلق کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔ اور جب آپ رونق بخش دنیا ہوئے تو سب چراغ پیش آفتاب ماند ہو گئے۔"

(عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ شریف صـ۲۵)

شرح نورانی بحق فیض یزدانی

علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس شعر کی شرح کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:-

قَوْلُهٗ "فَاِنَّهٗ شَمْسٌ" هٰذَا تَعْلِيْلٌ لِلْبَيْتِ قَبْلَهٗ وَ اِنَّمَا قِيْلَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ. فَضْلٌ لِاَنَّ كُلَّ كَمَالٍ تَحَلّٰى بِهٖ غَيْرُهٗ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَهُوَ مُسْتَفِيْدٌ مِنْ نُوْرِهٖ كَمَا اَنَّ نُوْرَ الْكَوَاكِبِ مُسْتَفَادٌ مِّنْ نُوْرِ الشَّمْسِ وَضَمِيْرُ اَنْوَارِهَا لِلشَّمْسِ وَ الظُّلَمُ جَمْعُ ظُلُمَاتٍ وَالْمُرَادُ بِهَا ظُلَمُ الضَّلَالَاتِ (مَعْنَى الْبَيْتَيْنِ) كُلُّ مُعْجِزَةٍ ظَهَرَتْ عَلٰى يَدِ رَسُوْلٍ مِّنَ الرُّسُلِ الْكِرَامِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ. فَاِنَّهَا مَا ظَهَرَتْ اِلَّا بِوَاسِطَةِ نُوْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ شَمْسُ سَمَاءِ الْعُلُوْمِ وَ الْكَمَالَاتِ كُلِّهَا وَالرُّسُلُ كَوَاكِبُهَا مَا زَالَتْ تُظْهِرُ اَنْوَارَ الْمُقْتَبِسَةِ مِنْ تِلْكَ الشَّمْسِ لِلنَّاسِ فِيْ ظُلَمِ الْجَهَالَاتِ وَ الضَّلَالَاتِ حَتّٰى ظَهَرَتِ الشَّمْسُ اِخْتَفَتِ الْكَوَاكِبُ فَلَا يُرٰى لَهَا اَثَرٌ۔

(شرح قصیدہ بردہ ص۲۴)

مصنف کا قول فانہ شمس پہلے دو شعروں کی تکمیل ہے۔ یقیناً حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو فضیلت کا آفتاب کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ دیگر انبیاء کرام میں سے جو کوئی بھی کسی کمال سے آراستہ ہے۔ وہ آپ کے نُور سے جاری ہے۔ جس طرح ستارے آفتاب کے نور سے روشن ہیں۔ اور اَنْوَارِهَا کی ضمیر سورج کی طرف لوٹتی ہے۔ اور لفظ ظلم ظلمت کی جمع ہے جس سے گمراہی اور جہالت مُراد ہے۔

چنانچہ ہر دو اشعار کا مطلب یہ ہوا کہ رسولوں کے گروہ سے جس رسول مکرم کے ہاتھ پر کوئی معجزہ صادر ہُوا وہ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے واسطہ اور وسیلہ سے ہی ظہور پذیر ہُوا ہے کیونکہ آپ تمام علوم و کمالات کے آسمان کے آفتاب ہیں۔ اور باقی انبیاء علیہم السلام ستارے ہیں۔ جب کہ لوگوں کے لیے ستاروں کے انوار اسی صورت میں روشن ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو گیا اور ستارے ماند پڑ گئے۔ اور اُن کا کوئی نشان باقی یعنی ظاہر نہ رہا۔" ے

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پہ نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی
سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے والا و بالا ہمارا نبی

(اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی)

صائم چشتی نے کیا خوب کہا ے

سورج آمنہ پاک دا چڑھ پیا اے
اِک اِک کرکے تارے چلے گئے نے
جِنّے آونا سی آگیا اوہ صائم
خبراں دین والے سارے چلے نے

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر عزیزی حافظ شیرازی کا عربی کا یہ قطعہ نقل کیا ہے جو معنوی لحاظ سے جامع و مانع ہے اور ہر جگہ ہر محفل و ختمات میں بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے جو اپنی مثال آپ ہے ے

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ
مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ
لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ
بَعْد اَزْ خُدَا بزرگ تُوئی قِصَّہ مُخْتَصَرْ

(تفسیر عزیزی پ ۳۰ صـ ۲۸۷)

اے صاحب جمال اور اے سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم
آپ کے چہرہ انور سے چاند نے نُور لیا۔
آپ کی ثنا کا جو حق ہے اُس طرح آپ کی تعریف کرنا ممکن نہیں۔
مختصر قصّہ یہ ہے کہ خدا کے بعد آپ سب سے بڑے ہیں۔

منبع جود و سخا کون؟

حضرات محترم! مندرجہ بالا استدلال کامل طور پر اس امر کی توثیق و تائید کرتا ہے کہ ہمارے نبی محترم رسول محتشم آقائے نامدار تاجدار مدینہ احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ مخزن فیوض و برکات اور منبع جود و سخا ہیں۔ جہاں آپ سائل تو کیا انبیاء کرام علیہم السلام بھی دامن پھیلائے ہوئے ہیں تمام انبیاء کرام کے ہاتھوں پر ظہور پذیر ہونے والے معجزات آپ کی عطاؤں کا صدقہ ہیں۔ آسمان کے چاند سورج آمنہ کے چاند اور نبوت کے آفتاب سے روشنی لیتے ہیں۔

مخزن البرکات کون؟

بہرکیف! تفسیر حسینی میں ظاہری اور باطنی نعمت کے جو آخری توجیہ بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آپ دن کے فقیروں اور رات کے گداؤں سے انصاف فرماتے ہیں۔ اگر صرف اسی ایک جملہ کی تشریح کی جائے تو ہزاروں صفحات ناکافی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے سب سے بڑے جواد اور سخی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا و سخا کا اندازہ فرمائیں کہ آپ کے دربار پہ دن کو بھی سائلوں کی قطار ہے اور رات کو بھی جھولیاں بھری جاتی ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ ہر ایک کے ساتھ انصاف بھی ہوتا ہے۔

فقیر کہتا ہے ؎

دن رات سوالی آتے ہیں اور من کی مرادیں پاتے ہیں
سرکارِ مدینہ کے رضوی لطاف و کرم کا کیا کہنا؟

بہرکیف! ہمارے آقائے نعمت ہر وقت اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمتیں باذن اللہ تعالیٰ تقسیم فرماتے ہیں اور بامر اللہ معطی الخیرات اور مخزن البرکات ہیں۔

نعمتِ الٰہیہ کی حد نہیں

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ سَمِعْتُ مِنْكَ حَدِيْثًا فَاَنْسَاهُ قَالَ اُبْسُطْ رِدَاءَكَ فَبَسَطْتُهٗ فَغَرَفَ بِيَدِهٖ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهٗ فَضَمَمْتُهٗ فَمَا نَسِيْتُ حَدِيْثًا بَعْدُ (بخاری شریف ج ۱ صـ ۵۱۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض

کی یا رسول اللہ! میں آپ سے حدیث سنتا ہوں تو بھول جاتا ہوں
آپ نے فرمایا اپنی چادر بچھا دے۔ میں نے چادر بچھائی تو آپ
نے اپنے دستِ رحمت کو اس میں کھول دیا اور فرمایا اسے سینے سے
لگالے۔ میں نے چادر کو سینے سے لگایا تو اس کے بعد کبھی نہیں بھولا۔
اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے کیا خوب فرمایا ؎

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

کیا اللہ کا رسول غنی کر دیتا ہے؟

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِصَدَقَۃٍ فَقِیْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِیْلٍ وَخَالِدُ ابْنُ وَلِیْدٍ وَعَبَّاسُ ابْنُ مُطَّلِبٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَا یَنْقِمُ ابْنُ جَمِیْلٍ اِلَّا اَنَّہٗ کَانَ فَقِیْرًا فَاَغْنَاہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ (بخاری شریف ج ۱ صـ ۱۹۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ لینے کا حکم فرمایا تو ابن جمیل، خالد بن ولید اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صدقہ یعنی زکوٰۃ نہ دی۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ابن جمیل کو گوارا نہیں تھا کہ وہ فقیر تھا اور اللہ اور اُس کے رسول نے اُسے غنی کر دیا۔

حدیث کے آخر میں حضرت خالد بن ولید اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بیان کرتے ہوئے فرمایا! خالد کا تمام مال اللہ تعالیٰ کے لیے وقف ہے

اور وقف مال میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا! ان کا ضامن میں ہوں اور اُس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔
اس حدیث پاک میں خاص طور پر قابلِ توجہ یہ جملہ ہے کہ:

اِنَّہٗ کَانَ فَقِیْرًا فَاَغْنَاہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ

یعنی ابن جمیل محتاج تھا تو اللہ اور اُس کے رسول نے اُسے غنی کر دیا۔
شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اس جملہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بسبب آنکہ وے فقیر بود ہیچ چیز نداشت پس توانگر گردانید او را خدا و رسول وے و ایں توانگری بغی و طغیان وے شود و بکفران نعمت کشید، و غنا بحقیقت از خدا است و ذکر رسول بجہت آنست کہ وے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم واسطہ است در اضافتِ خیرات و وصول نعمات از جنابِ حق۔
در تفسیر آیت کریم:

وَمِنْھُمْ مَّنْ عٰھَدَ اللّٰہَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِہٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَکُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ (القرآن)

آوردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دعا کرد او را بغنا و ثروت بالتماس وے و عہد وے کہ شکرگزاری نعمت کند۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۸)

یعنی اس وجہ سے کہ وہ محتاج تھا اور اُس کے پاس کچھ نہ تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کو غنی کر دیا۔ تو یہ غنا اُس کی طغیانی اور سرکشی کا باعث بن گئی اور اُسے کفرانِ نعمت کی طرف کھینچ لے گئی۔

غنا در اصل اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کی طرف سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اضافاتِ خیرات اور نعمتوں کے وصول کے لیے بطور وسیلہ و واسطہ کے ہے۔

نبی کی دُعا کے ثمراتِ جلیلہ

منقولہ بالا آیت کریمہ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَة کی تفسیر میں آیا ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کے حق میں غنی اور صاحبِ ثروت ہونے کی اس وقت دُعا فرمائی تھی جب اُس نے سوال کرتے ہوئے عرض کی تھی یارسول اللہ! میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا کروں گا۔ چنانچہ حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کے لیے دُعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اُسے مالدار کر دیا مگر بدبختی سے وہی مال و دولت اُس کی سرکشی اور بغاوت کا باعث بن گئی۔

قارئین کے لیے یہ تفصیل یقیناً علم میں اضافہ کا باعث ہو گی، تاہم ہمارے مضمون کا مقصود حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ جملہ پاک ہے:۔

فَاَغْنٰهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

یعنی پس اللہ اور اس کے رسول نے اُسے غنی کر دیا۔

غنی کون کرتا ہے؟

اگر اس حدیث پاک سے پہلے اس مضمون کی آیت پاک پیش ازیں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں تاہم ہمارا مقصد یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے انھیں غنی کر دیا اور حضور رسالتمآب

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسول نے اُسے غنی کر دیا تو اس صورت میں ہم اُن لوگوں کی بدبیانی کس طرح کر سکتے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ اللہ کے رسول سے مانگنا شرک ہے۔ اگر اُن کے دعویٰ کے مطابق قاسمِ نعمتِ الٰہیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مانگنا شرک ہے، تو اس شرک کی ترغیب قرآن وحدیث میں کیوں دی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کا گمان رکھنے والے لوگ محض گمراہی اور تعصب کا شکار ہیں۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حقیقی طور پر عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور مجازاً کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے سے دے سکتا ہے۔ اس لیے جس کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہو اُس سے مانگنا شرک نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود اپنے بندوں سے قرض طلب کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

یعنی اللہ تعالیٰ کو قرض دو قرض حسنہ۔

انبیاء صاحبِ عزت اور نعمتیں دیتے ہیں

ہمارے خیال میں ان لوگوں کو حقیقتِ حال پر غور کرنے کے لیے یہ آیت کریمہ بہرصورت کافی و وافی ہے۔ اور صاحبِ تقویۃ الایمان کی یہ بات قطعی طور پر ایمان سے نکال دینے والی ہے کہ:۔

”انبیاء و اولیاء خدا کے دربار میں چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔“

معاذ اللہ! بلاشک و ریب انبیاء و اولیاء اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں تمام مخلوق سے زیادہ صاحبانِ عزت اور عزیز تر ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اُس کے حضور میں سوال کرتے ہیں۔ اور اہلِ جہان کی حاجات

پوری ہونے کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ عزوجل ہے۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ

یعنی اے محبوب! یاد کرو جب آپ اُس کو فرماتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور آپ نے بھی اُس پر انعام کیا۔

اس آیت کریمہ میں حضرت زید بن حارثہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں کے انعام کا ذکر ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا انعام کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انعام کیا ہے۔

انعامِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصنیف تفسیر جلالین شریف میں ذکر کیا ہے۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ بِالْاِسْلَامِ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِ بِالْاِعْتَاقِ۔

یعنی خداوند کریم نے حضرت زید کو اسلام عطا فرما کر انعام کیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُس پر یہ انعام ہے کہ آپ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید کر آزاد کر دیا۔

اس

آیتِ مبارکہ میں دونوں انعاموں کا ذکر فرما دیا۔

اور

فرمایا! میرا بھی اس پر انعام ہے کہ میں نے اس کو اسلام دیا۔ اور نبی پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا انعام بھی ہے کہ آپ نے اُس کو خرید کر آزاد کر دیا۔ لہٰذا اس سے ثابت ہُوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل منعمِ حقیقی ہے۔

اور اس کے مخالف کو بھی انکار نہیں۔ جبکہ اس میں حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منعم مجازی ہونا بھی ثابت ہے۔ اور آپ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے معطی ومنعم یعنی داتا اور عطا کرنے والے ہیں۔

امام اہلسنت فاضل بریلوی نے کیا خوب فرمایا ؎

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا

غرضیکہ ؎

جس باغ وچ محبوب میرے نے جاں زلفاں کھولیاں
لے گئی بادِ صبا خوشبوئیں بھر بھر جھولیاں

آمدم برسر مطلب

حقیقت یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوقِ حق میں عند اللہ واسطہ ووسیلہ کامل ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے:۔

وَعَنْ حَکِیْمِ بْنِ حَزَامٍ قَالَ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ سَئَلْتُ فَاَعْطَانِیْ۔

(الحدیث مشکوٰۃ شریف باب مالا تحل لہ المسئلۃ صفحہ ۱۶۲)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا فرمایا میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا فرما کر کہا کہ اے حکیم یہ مال حلوی اخضر یعنی سبز میٹھا ہے۔ جس نے اس کو اپنے نفس کی سخاوت کے لیے پکڑا تو اس

کو برکت دیجئے گی۔ اور جس نے شرافتِ نفس کے لیے پکڑا تو اس میں برکت نہ ہوگی۔ ایضاً

وَعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یُعْطِی الْعَطَاءَ فَاَقُوْلُ اَعْطِہٖ اَفْقَرَ اِلَیْہِ مِنِّیْ فَقَالَ خُذْہُ فَتَمَوَّلْہُ وَتَصَدَّقْ بِہٖ فَمَا جَاءَکَ مِنْ ھٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَیْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْہُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْہُ نَفْسَکَ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۶۲)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے عطا فرماتے تھے۔ اور میں کہتا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو مجھ سے زیادہ فقیر ہے اس کو عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اے عمر! پکڑ اور اپنی ملکیت میں کر اور اس سے صدقہ کر۔ بایں ہمہ! جب تیرے پاس اس حال میں مال آئے کہ تو قیر شریف یعنی شرافت نہیں چاہتا اور نہ ہی سوال کرنے والا ہے۔ تو اس مال کو پکڑ لے جبکہ تیرا نفس اس کے پیچھے نہ جائے۔

دونوں احادیث کا مطلب

مذکورہ دونوں حدیثوں میں لفظ "اعطا" موجود ہے۔ اس حدیث میں لفظ فَاَعْطَانِیْ آیا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یعطی العطا پایا جاتا ہے۔ یعنی مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطا فرماتے تھے۔ حضرت حکیم ابن حزام اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں صحابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عطا وسخا کے قائل ہیں۔ سبحان اللہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ مسلک اور مذہب ہے۔

فقیر کہتا ہے ؎

لاؤں زباں کہاں سے میں اُن کی ثنا کے واسطے
ذوقِ نظر عطا کریں مجھ کو خدا کے واسطے

کوئی مانے یا نہ مانے۔ میں تو یہی عرض کروں گا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احسان فرمایا ہے کہ دنیا جہان کے تمام مساکین و محتاج اور بے سہارا و بے سروسامان آستانۂ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوالی ہیں اور وہاں سے حاجتیں پوری کرتے ہیں۔

عطیات کی تصریف کا راز

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ (الحدیث مشکوٰۃ شریف ص۱۶۰)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر فرض فرمائی یعنی صدقہ فطر قرآن کریم نے صدقات و عطیات کے مصارف کے متعلق یوں فرمایا ہے:۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ۔ (پارہ ۳ ، رکوع ۵ آیت ۲۷۳)

یعنی تمہارے صدقات و عطیات ان فقیروں کے لیے ہیں جو راہ خدا میں روکے گئے اور زمین پر چل نہیں سکتے۔

یہ وہ حضرات ہیں جنھوں نے اپنے نفوس کو جہاد اور اطاعت الٰہی پر روکا۔ یہ آیت شریف اصحابِ صفہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ان حضرات کی تعداد

چار سو کے قریب تھی۔ اور یہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے۔ نہ اُن کے یہاں مکان تھے اور نہ قبیلہ۔ اور نہ ہی اُن حضرات نے شادی کی تھی۔ اُن کے تمام اوقات عبادت میں صرف ہوتے تھے۔ رات کو قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور دن کے وقت جہاد کرتے۔ اسی طرح دوسری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان مصارف کا ذکر فرمایا ہے:۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ہ

یعنی زکوٰۃ تو انہی لوگوں کے لیے ہے جو محتاج اور نرے نادار ہیں اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں۔ اور جن کے دلوں کو اسلام سے اُلفت دی جائے۔ اور اگر گردنیں چھڑانے میں اور قرض داروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو اور یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا۔ اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

صدقہ فطر کی حقیقت جلیلہ و نبیلہ

زکوٰۃ کے یہ آٹھ مصارف اپنے مقام پر موجود ہیں۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ و خیرات اور دیگر صدقات وغیرہ کا مصرف بیان فرما دیا ہے۔ مگر صدقہ فطر کو حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس خود فرض فرمایا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید فرقان حمید میں صدقہ فطر کی فرضیت نہیں بیان کی گئی۔ بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فرضیت حدیث شریف میں بیان فرمائی ہے۔

اور علماء نے کہا! صدقہ فطر نمازِ عید ادا کرنے سے پہلے ادا کر دیا جائے

تاکہ غرباء و مساکین بھی خوشحال ہو کر نمازِ عید ادا کر سکیں۔

خوشی میں شرکت کرنا

حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صدقۂ فطر فرض فرما کر اپنی اُمت کے مساکین اور حاجت مندوں پر کس قدر احسانِ عظیم فرمایا، چونکہ عید کا معنیٰ خوشی ہے۔ اور یہ عید تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ اس لیے آپ نے ہر مسلمان کی خوشی کا سامان فراہم کر دیا۔ اب جہاں اصحابِ ثروت اور مالدار لوگ اچھے لباس اور اچھے کھانوں کے اہتمام سے عید الفطر منائیں گے۔ وہاں وہ غریب اور محتاج لوگ بھی اس مسرت میں برابر کے شریک ہو سکیں گے جن کے بچے انواع و اقسام کی نعمتوں سے محروم تھے۔

بہر کیف ایسی نظامِ مصطفیٰ ہے کہ اُمراء اُس وقت تک نمازِ عید نہ ادا کر سکیں، جب تک غریبوں کو اپنی خوشیوں میں شریک نہ کر لیں۔

سوال کس سے کیا جائے؟

ایک مرتبہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر ایک اعرابی نے کہا "سَمِعْتُ جَدَّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَأَلْتُمْ حَاجَةً فَاسْئَلُوْهَا مِنْ أَحَدٍ أَرْبَعَةٍ أَمَّا عَرَبِيٍّ شَرِيفٍ وَأَمَّا مَوْلًى كَرِيمٍ أَوْ حَامِلِ الْقُرْآنِ أَوْ صَاحِبِ وَجْهٍ صَبِيحٍ"

(نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۲۶)

یعنی میں نے آپ کے جدِ امجد صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے، اگر سوال کرنا ہو تو ان چار اشخاص میں سے کسی ایک سے کرو، یا شریف عربی ہو یا کریم آقا ہو، یا

قرآن اُٹھانے والا ہو۔ یا حسین چہرے والا ہو۔

چونکہ عرب نے شرافت آپ کے گھر سے پائی ہے۔ کرم آپ کی سیرت پاک ہے۔ رہا! حاملِ قرآن ہونا، تو قرآن پاک نے آپ کے گھر میں نزول فرمایا ہے۔ اور حسین چہرے کے بارے میں میں نے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مجھے دیکھنا چاہو تو میرے حسن و حسین کو دیکھ لو۔

حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! تیری حاجت کیا ہے؟

اعرابی نے اپنی ضرورت زمین پر لکھ دی۔

امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا! میں نے اپنے جدِ امجد رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثناء سے سُنا، معروف کا اندازہ معرفت سے ہوتا ہے۔ معرفت جتنی زیادہ ہوگی۔ معروف کی شہرت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔

پھر فرمایا:

قَالَ أَبِي رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قِيمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَا يُحْسِنُهُ۔

یعنی آدمی کی قیمت اتنی ہی ہوتی ہے۔ جتنی کسی کی اچھائی ہوتی ہے۔

لہٰذا

میں تجھ سے تین سوال پوچھتا ہوں۔ اگر تو نے تین میں سے ایک سوال کا جواب دیا تو تجھے تھیلی کا تیسرا حصہ ملے گا۔ اگر تو نے دو کا جواب دیا تو تجھے دو حصے ملیں گے۔ اور اگر تو نے تینوں کا جواب دے دیا تو پوری تھیلی تمہاری ہوگی۔

پھر فرمایا:

"کون سا عمل افضل ہے؟"

اعرابی نے کہا:۔

"اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان رکھنا۔

امام عالی مقام نے فرمایا:۔

"ہلاکت کے وقت انسان کی نجات کیسے ہو سکتی ہے؟

اعرابی نے عرض کی:۔

"اَلثِّقَۃُ بِاللّٰہِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ پختہ رہنا۔

امام عالی مقام نے فرمایا:۔

"فَمَا یَزِیْنُ الْعَبْدُ یعنی بندے کی زینت کس سے ہے؟

اعرابی نے عرض کی:۔

"وہ علم جس کے ساتھ تحمل ہو۔"

امام عالی مقام نے فرمایا:۔

"جس میں یہ تینوں چیزیں نہ ہوں۔

اعرابی نے عرض کی:۔

"وہ مال جس کے ساتھ کرم ہو۔

امام عالی مقام نے فرمایا:۔

"اگر یہ بھی نہ ہو"

اعرابی نے عرض کی:۔

"پھر وہ فقر جس کے ساتھ صبر ہو۔

امام عالی مقام نے فرمایا:۔

"اگر یہ بھی نہ ہو"

اعرابی نے کہا:۔

"فَصَاعِقَۃٌ تُحْرِقُہٗ" یعنی پھر بجلی ہو جو اُسے جلادے۔"

فَضَحِكَ الْحُسَيْنُ فَاَعْطَاہُ الصُّرَّۃَ بِکَمَالِہَا۔ یعنی اُس کی ہر بات سن کر امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور اُسے پوری تھیلی عطا کر دی۔

فقیر کہتا ہے

ایمان کی ہے جان محبت حسین کی
سیرت ہے سب حضور کی سیرت حسین کی

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں

حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا:۔

"تیرے ماموں کا لڑکا تیرا کیا لگتا ہے؟"

وہ شخص سوچنے لگا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:۔

"تو نے اتنی جلدی اپنی ماں کو بھلا دیا۔"

سبحان اللہ! رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے کس لطیف انداز میں بیٹے کو ماں کا رشتہ یاد دلایا۔

ناظرین غور فرمائیں! اگر بیٹے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ماں کا رشتہ یاد رکھے اور ماں کے رشتہ داروں اور اقربا کو نہ بھولے، تو کیا کسی اُمتی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے رشتہ داروں اور اقرباء کو بھول جائے جبکہ ماں کے بھائی کی اولاد کو یاد رکھنے سے کہیں زیادہ ضروری ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاء و اقرباء اور اولاد کو یاد

رکھا جائے۔ کیونکہ اُن کی مودّت قرآن میں فرض کی ہے۔ اور آپ کی اولاد تو سراپا نور ہے۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کیا خوب فرمایا ہے

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

گرجے کو مسجد بنانا کیسا ہے؟

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ خَرَجْنَا وَفْدًا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهٗ وَاَخْبَرْنَاهُ اَنَّ بِاَرْضِنَا بِيْعَةً لَنَا فَاسْتَوْهَبْنَاهُ مِنْ فَضْلِ طَهُوْرِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ وَتَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّهٗ لَنَا فِيْ اِدَاوَةٍ وَاَمَرَنَا فَقَالَ اُخْرُجُوْا فَاِذَا اَتَيْتُمْ اَرْضَكُمْ فَاكْسِرُوْا بِيْعَتَكُمْ وَانْضَحُوْا مَكَانَهَا بِهٰذَا الْمَاءِ مَسْجِدًا قُلْنَا اِنَّ الْبَلَدَ بَعِيْدٌ وَالْحَرَّ شَدِيْدٌ وَالْمَاءَ يُنْشِفُ فَقَالَ مُدُّوْهُ مِنَ الْمَاءِ فَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُهٗ اِلَّا طِيْبًا۔

(رواہ النسائی۔ مشکوٰۃ شریف)

حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا ہم ایک وفد کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ سے بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا۔ پھر ہم نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے علاقہ میں ایک گرجا ہے! آپ نے اپنے وضو مبارک کے لیے برتن منگوایا۔ پھر ہمارا پانی منگوا کر وضو فرمایا اور کلی کر کے یہ پانی ایک برتن میں ڈال دیا۔ بعد ازاں فرمایا کہ اپنے وطن جا کر

گرجے کو توڑ دینا اور وہاں پر یہ پانی چھڑک دینا اور اُسے مسجد بنا دینا۔

ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارا شہر دُور ہے اور گرمی شدید ہے۔ یہ پانی خشک ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا! اس میں اور پانی ملا لینا۔ جتنا پانی ملاؤ گے اتنی پاکیزگی زیادہ ہو گی۔

عظمتِ دربارِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

اسلام قبول کرنے کے لیے جماعت کے ساتھ گھر سے نکلنا۔ صالحین کے ساتھ نماز ادا کرنا۔ اسلام پر یا توبہ پر بزرگوں سے بیعت کرنا۔ اور ان سے تبرکات حاصل کرنا باعث برکت اور صحابہ کی سنت ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے

اُٹھ فریدا ستیا دنیا دیکھن جا
مت کوئی مل جائے بخشیا تو توں وی بخشیا جا

بہرکیف! ہم تو تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربارِ اقدس کے بھکاری اور آپ کے خانہ زاد غلام ہیں۔ اس کے علاوہ خود میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتے جو باعث عزت و افتخار ہو۔ اور آپ کے ہی دربار عالی پر بصد عجز و نیاز عرض پرداز ہوں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے

من آں خاکم کہ ابرِ نوبہارے
کند از لطف بر من قطرہ بارے

يَا رَسُوْلَ اللهِ اُنْظُرْ حَالَنَا
يَا حَبِيْبَ اللهِ اِسْمَعْ قَالَنَا
اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ غَمٍّ مُغْرَقٌ
خُذْ يَدِیْ سَهِّلْ لَنَا اَشْكَالَنَا

بکریاں عطا فرمانا

تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں فقیر کی اس التجا کے بعد ایک حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں :۔

قَالَ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى الْاِسْلَامِ شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ. قَالَ ! فَجَاءَ رَجُلٌ فَاَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَرَجَعَ قَوْمَهٗ فَقَالَ ! يَا قَوْمِ اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِیْ عَطَاءً لَا يَخْشَى الْفَاقَةَ. (مسلم شریف)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسلام پر جو کوئی بھی سوال کرتا آپ اُسے عطا فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا تو اُسے آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان بکریاں عطا فرمائیں۔ پس اُس شخص نے اپنی قوم میں آکر کہا ! اے قوم ! اسلام قبول کر لو بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر عطا فرماتے ہیں کہ فاقے کا ڈر ختم ہو جاتا ہے۔

صائم چشتی نے کیا خوب کہا ہے

میرے محبوب کے قدموں میں صائم
عطاؤں کا سمندر بہہ رہا ہے

خزائن الارض کی کلید کا راز

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ لَّكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّیْ وَاللهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِی الْاٰنَ وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ. (بخاری ج ۱ صفحہ ۱۷۶)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز باہر تشریف لائے تو اہلِ اُحد پر نماز کی مانند نماز جنازہ ادا فرمائی۔ پھر آپ نے منبر شریف پر بیٹھ کر فرمایا میں تمہارے لیے فرط اور تم پر گواہ ہوں۔ خدا کی قسم ! میں اس وقت یقیناً اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔

قارئین اندازہ فرمائیں اور خوب غور کریں کہ جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرما دی ہیں وہ ان خزانوں میں تصرف کر سکتا ہے یا نہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو آپ کا مختار و متصرف ہونا تسلیم کرنا پڑے گا اور اگر جواب نفی میں ہے تو بتائیں خزانوں کی چابیاں عطا کر دینے کا مقصد کیا ہوتا ہے۔

بہر حال اس حدیث پاک کی وضاحت قرآن مجید فرقان حمید سے ملاحظہ

فرمائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ عزوجل ہے:۔

اٰتَیْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ

(پ ۲۰ س القصص ع ۱۱)

یعنی ہم نے قارون کو اتنے خزانے دیئے کہ اُس کی چابیاں ایک طاقتور جماعت پر بھاری تھیں۔

علامہ کاشفی عصبہ کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"عصبہ جماعتے باشد دہ تا چہل یعنی عصبہ دس سے لے کر چالیس افراد تک کی جماعت کو کہتے ہیں۔

قاسمِ حقیقی کون؟

اس آیت شریفہ سے ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قارون کو اتنے خزانے عطا فرما رکھے تھے کہ اُن خزانوں کی چابیاں اُٹھانا ایک جماعت پر بھاری تھا۔ کیا کوئی شخص اسلام قبول کر لینے کے بعد اس فرمانِ الٰہی کی تکذیب کر سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ قرآن مجید کے ایک لفظ کا انکار بھی دائرہ ایمان و اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ بحیثیت مسلمان بہرصورت تسلیم کرنا پڑے گا کہ قارون کو اللہ تعالیٰ نے خزانوں کا مالک بھی بنایا تھا اور اس سے اس کی توحید پر بھی کوئی زد نہیں آئے تھی۔ اگر وہ بدنصیب ان میں سے اللہ تعالیٰ کا حصّہ نکالتا رہتا اور خدا تعالیٰ کا دیا ہوا مال اُس کے بندوں میں تقسیم کرتا رہتا تو اپنے خزانوں سمیت غرق نہ کیا جاتا۔ مگر وہ خائن تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُسے مال اس لیے دیا تھا کہ وہ اس سے اُس کی مخلوق کی حاجت روائی کرے مگر وہ اُس پر سانپ بن کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے برعکس

تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے دونوں جہانوں کی حکمرانی عطا فرما رکھی تھی۔ آپ کے پاس اللہ تبارک و تعالیٰ کی تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں ہیں۔ آپ معاذ اللہ خائن نہیں ہیں بلکہ امین ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی رحمت و شفقت کے خزانے ہر حاجت کے لیے ہر وقت کھلے ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کی حاجت روائی کے لیے جو کچھ عطا فرمایا ہے آپ اُسے پوری صداقت و دیانت سے تقسیم فرما رہے ہیں۔ اس میں توحید خداوندی کو کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اگر ایک خائن۔ بددیانت کذاب اور بے ایمان شخص کے پاس اللہ تبارک و تعالیٰ کے عطا کردہ خزانوں کو تقسیم کرتے ہو تو محبوب خدا۔ امین۔ صادق۔ سچے رسول اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اللہ تبارک و تعالیٰ کے خزانوں کا ہونا تمہیں کیوں گراں گزرتا ہے۔ جب کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں تمہاری پسندیدہ کتاب بخاری شریف میں موجود ہے۔

بہر نوع! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جن خزانوں کا مالک بنایا ہے وہ باذن اللہ اُن کی ملکیت ہے۔ اور یہ امر توحید کے منافی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بنائے وہ مالک بن جاتا ہے۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی نے کیا خوب فرمایا ؎

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

حضرات محترم! زمین کے خزانوں کا مالک ہونا تو ایک طرف حضور سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ:۔

فَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

یعنی جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔

حضور کی ملکیت حقیقی

ہمارے آقائے نعمت تاجدار انبیاء و مرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطاؤں کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ زمین بھی آپ کی ملکیت ہے۔ اور آسمانوں پر بھی آپ کا سکہ چلتا ہے۔ اُس منبع جود و سخا کی سخاوتوں کا حصر کون کر سکتا ہے جسے اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے اپنی تمام تر مخلوق کا حاکم اور اپنی تمام تر نعمتوں کا قاسم بنا رکھا ہو۔ تاہم اہل وجدان و محبت کے دلوں کی شگفتگی کے لیے چند ایک روایات مزید پیش کی جا رہی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے ثمرات جلیلہ

امام بخاری اپنی کتاب بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَلَاحَقَ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰى نَاضِحٍ لَنَا قَدْ اَعْيَا فَلَا يَكَادُ يَسِيْرُ فَقَالَ لِيْ مَا لِبَعِيْرِكَ قَالَ قُلْتُ اَعْيٰى قَالَ فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَجَرَهٗ وَدَعَا لَهٗ فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الْاِبِلِ قُدَّامَهَا يَسِيْرُ فَقَالَ لِيْ كَيْفَ تَرٰى بَعِيْرَكَ قُلْتُ بِخَيْرٍ قَدْ اَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اس حال میں ملے کہ میں ایک کمزور اونٹ پر سوار تھا جو نقاہت کی وجہ سے اچھی طرح نہ چل سکتا تھا۔ اور سب اونٹوں کے پیچھے رہتا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا تیرے اونٹ کو کیا ہوا؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کمزور ہے۔ آپ نے اونٹ کے عقب میں جا کر اُسے ڈانٹا اور اُس کے لیے دُعا فرمائی۔ تو وہ تیزی کے ساتھ بھاگتا ہوا تمام اونٹوں سے آگے نکل گیا۔ آپ نے پھر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور پوچھا اے جابر تیرا اونٹ کیسا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! بہتر ہے اور آپ کی برکت اُسے پہنچ گئی ہے۔

قارئین

اندازہ فرمائیں کہ جس جواد و کریم کے خزانۂ کرم سے حیوانات تک کھوئی ہوئی قوت اور طاقت حاصل کرتے ہوں وہ اپنی اُمت کے نادار اور کمزور انسانوں کو کس طرح نظر انداز کر سکتے ہیں۔

فقیر کہتا ہے ؎

زندگی لیتے ہیں لاکھوں سید ابرار سے
زور کمزوروں کو ملتا ہے تمہی سرکار سے
اس کو رضوی مل گئیں دونوں جہاں کی نعمتیں
جو بھی وابستہ ہوا اُن کے سخی دربار سے

چشمے اُبل رہے ہیں

منقولہ بالا حدیث کی مثل ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں اور حضور

رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست کرم کی برکتوں کا مشاہدہ کریں۔ جس سے خیرات وعطا کے ساتھ پانی کے چشمے بھی اُبل رہے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ الْاٰيَاتِ بَرَكَةً وَاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِيْفًا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ: اُطْلُبُوْا فَضْلَةً مِّنْ مَّاءٍ فَجَاءُوْا بِاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ قَلِيْلٌ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ وَلَقَدْ رَاَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۰۵)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم برکت کی آیات کو گنتے ہیں اور تم خوف کی آیات کو شمار کرتے ہو، حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ ہمارے پاس پانی کم ہو گیا۔ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا باقی ماندہ پانی میرے پاس لے آؤ۔ صحابہ نے بچا کھچا پانی آپ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا تو آپ نے اپنا دست کرم پانی کے برتن میں رکھ کر فرمایا طہور مبارک کی طرف آؤ۔ یہ برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ میں نے دیکھا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتان مبارک کے درمیان پانی کا چشمہ چل رہا ہے اور اُس پانی سے ہم استعمال کے وقت تسبیح طعام سنتے تھے۔

صائم چشتی نے کیا خوب کہا ؎

اُدھرے پنجے دی شان میں کی دساں
جاں قید جس وچ کائنات دیاں

پنجہ لوٹے وچ پایا تے چل پیاں
نہراں وِچ سن آب حیات دیاں

آقائے نعمت کی دعا کا کمال

عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَمَا هُوَ اِلَّا اَنَا وَاُمِّيْ وَاُمُّ حَرَامٍ خَالَتِيْ فَقَالَتْ اُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خُوَيْدِمُكَ اُدْعُ اللّٰهَ لَهٗ۔ فَدَعَا لِيْ بِكُلِّ خَيْرٍ وَكَانَ فِيْ مَا دَعَا لِيْ بِهٖ اَنْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِيْهِ۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۹۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم گھر میں یہ تین افراد تھے۔ میں۔ میری والدہ اور میری خالہ ام حرام۔ میری والدہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! انس آپ کا خادم ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر خیر کی دُعا فرماتے ہوئے کہا الٰہی انس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر اور اس میں اس کے لیے برکت عطا فرما۔

اعلیٰحضرت نے کیا خوب کہا ؎

جب آ گئی ہیں جوش رحمت پہ اُن کی آنکھیں
جلتے بجھا دیتے ہیں روتے ہنسا دیتے ہیں

بہرکیف! آپ کی اس دُعا مبارک سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا اثرات مرتب ہوئے۔ اس کی ایک جھلک شارح مسلم علامہ نووی کی اس

عبارت میں ملاحظہ فرمائیں:۔

وَيَبْلُغُ عَدَدُهُمْ نَحْوَ الْمِائَةِ وَثَبَتَ فِيْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ عَنْ اَنَسٍ اِنَّهٗ مِنْ اَوْلَادِهٖ قَبْلَ مَقْدِمِ الْحَجَّاجِ بْنِ يُوْسُفَ مِائَةً وَعِشْرِيْنَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(حاشیہ مسلم شریف ج ۲ صفحہ ۲۹۹)

یعنی اُن کی اولاد کی تعداد ایک سو تک پہنچ گئی صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجاج بن یوسف کے آنے سے پہلے اپنی اولاد میں دفن ہوئے۔ اُن کے بیٹے بیٹیوں کی تعداد ایک سو بیس تھی۔ واللہ اعلم ورسولہٗ۔

خیرات کا حصول برکاتیہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیث یاد رکھنے سے جو اعزاز دربارِ رسالت پناہ سے ملا تھا اجمالاً اُس کا ذکر سابقہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے یہاں تفصیلی حدیث ملاحظہ فرمائیں:۔

قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَدْ اَكْثَرَ وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ وَيَقُوْلُوْنَ مَا بَالُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ يُحَدِّثُوْنَ مِثْلَ اَحَادِيْثِهٖ وَ اُخْبِرُكُمْ عَنْ ذَالِكَ اِخْوَانِيْ مَا بَالُ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ وَ كُنْتُ اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِيْ فَاَشْهَدُ اِذَا غَابُوْا وَاَحْفَظُ اِذَا نَسُوْا وَلَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمًا اَيُّكُمْ يَبْسُطُ ثَوْبَهٗ فَيَاْخُذُ

مِنْ حَدِيْثِيْ هٰذَا ثُمَّ جَمَعَهٗ اِلٰى صَدْرِهٖ فَاِنَّهٗ لَمْ يَنْسَ شَيْئًا سَمِعَهٗ فَبَسَطْتُ بُرْدَةً عَلَيَّ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ حَدِيْثِهٖ ثُمَّ جَمَعْتُهٗ اِلٰى صَدْرِيْ فَمَا نَسِيْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ شَيْئًا حَدَّثَنِيْ بِهٖ۔

(مسلم شریف ج ۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ خیال کرتے کہ وہ کثرت سے خدا کے لیے موعد ہیں۔ اور وہ فرماتے ہیں مہاجرین و انصار حضرات کا کیا حال ہے کہ انصار اس کی مثل حدیث بیان کرتے جس کی وجہ میں عنقریب بیان کروں گا۔ میرے انصار بھائیوں کے حدیث بیان نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی زمین کے شغل میں مصروف رہتے تھے اور میرے مہاجرین بھائیوں کے حدیث بیان نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بازار کی تجارت میں مصروف رہتے تھے جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس تمنا پر لازم پکڑ لیا کہ اپنا پیٹ حدیث رسول سے بھر لوں۔ چنانچہ جب لوگ غائب ہو جاتے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر رہتا۔ جب لوگ بھول جاتے تو میں یاد رکھتا۔ ایک روز حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون میری اس حدیث کو پکڑنے کے لیے اپنے کپڑے کو پھیلاتا ہے۔ پھر وہ اس کپڑے کو سینے سے لگا لینے تو وہ جب بھی میری حدیث سنے گا کبھی نہیں بھولے گا۔

یہاں تک کہ حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث پوری فرما کر فارغ ہوئے تو میں نے اپنی چادر کو پھیلا کر اپنے سینے سے ملایا تو اس دن کے بعد میں کبھی نہیں بھولا۔"

فقیر کہتا ہے ؎

رضوی عطائے مصطفیٰ اب پر ہے ہو رہی
کوئی بھی سائل آپ کا خالی نہیں رہا

میرے مصطفیٰ ہر مرض کی دوا

عَنِ الْجَعْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِيْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِيْ وَدَعَا لِيْ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِهٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمِهٖ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۹)

جعد بن عبد الرحمٰن حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا میری خالہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی۔ اور آپ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ یہ میری بہن کا بیمار بیٹا ہے؛ حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے سر کو مس کیا اور میرے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ نے وضو فرمایا تو میں نے آپ کے وضو کے پانی سے تھوڑا سا پانی پی لیا۔ پھر میں آپ کے عقب میں کھڑا ہو گیا اور آپ کے شانہائے اقدس کے درمیان کبوتر کے انڈے کی مثل مہر نبوت کو دیکھا۔

جبریل کا کارنامہ

معزز قارئین اگرچہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا و عطا

کے لیے قرآن مجید کے مختصر استدلال کے بعد احادیث مبارکہ سے براہین ساطعہ کا سلسلہ شروع ہے۔ تاہم اس مقام پر پھر سے چند آیات بینات پیش کرنے کے بعد سلسلہ احادیث نبویہ شروع کیا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے،

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (پ ۱ س بقرہ)

اے محبوب! فرمادیجئے جو جبریل کا دشمن ہے حالانکہ اس نے اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر قرآن اتارا ہے۔

دوسری آیت کریمہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا تعارف یوں کرایا گیا ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۙ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۙ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۔

(سورۃ شعراء پ ۱۹ رکوع ۵)

روح الامین یعنی حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے دل پر لایا تاکہ آپ ڈرانے والوں میں ہوں وہ آیا ساتھ روشن عربی زبان کے۔

قاسم الایمان کون؟

ان دونوں آیات مقدسہ کے علاوہ قرآن مجید کے بارے میں ھُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ بھی آیا ہے۔ یعنی یہ متقین کے لیے ہدایت ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلب اطہر و منزہ ہے۔ اب جب کہ یہ امر واضح ہے کہ قرآن پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔ اور ہدایت

کے اس مصدر کا صدور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے۔ اور آپ
ہی کی ذاتِ اقدس وہ منبع ہدایت و نور ہے جہاں سے برکاتِ قرآن کو
حاصل کیا جاتا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ "اگر اہل قرآن کے پاس قرآن
ہے تو آپ کا دیا ہوا ہے۔ اگر اہل ایمان کے پاس ایمان ہے تو آپ کا
عطا کردہ ہے۔ صحابہ کو صحابیت ملی تو آپ کے دربارِ اقدس سے۔ صالحین
کو صالحیت ملی تو آپ کی نگاہِ کرم سے۔ متقین کو ہدایت ملی تو آپ سے۔
صدیقین کو صداقت ملی تو آپ کے جود و الطاف سے۔ شہداء کو شہادت
سے سرفراز کیا تو آپ کی عطا سے۔ اماموں کو امامت ملی تو آپ کے کرم
سے۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کو نبوت عطا فرمائی تو وہ
بھی آپ کے صدقے سے عطا ہوئی۔

ہر کلمہ گو اس بات کو جانتا ہے کہ اُسے اسلام کی یہ عظیم نعمت تاجدارِ انبیا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربارِ اقدس سے ہی نصیب ہوئی ہے۔ مگر ان
احسان فراموشوں کو کیا کہا جائے جو کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور آپ کے احسان
والطاف کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے ان کی تنقیص کے درپے رہتے
ہیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان
لوگوں کی احسان فراموشی اور محرومیوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

تم پہ میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

عالم کتاب و حکمت کون؟

اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ عزوجل نے قرآن مجید فرقان حمید

میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ
السلام کی دعا کا ذکر اس طرح فرمایا:۔

ارشاد باری تعالیٰ عزوجل ہے:۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ
آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ
إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○

اے ہمارے رب ان میں ان میں سے ایک رسول بھیج جو ان
پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب و حکمت سکھائے
اور انھیں پاک کرے بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔

تعمیم کے بعد آیت تخصیص پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے
آقائے نعمت حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جاہ و جلال
اور شان و سطوت کا واضح طور پہ اظہار ہو اور پتہ چل جائے کہ آپ ہی کتاب
و حکمت سکھانے کے علاوہ دلوں کو پاکیزہ فرمانے والے ہیں۔ اور ان امور
کو جاننے کے بعد آپ کی عطا و سخا کا منصب زیادہ قوت کے ساتھ راسخ
فی القلوب ہو۔

ارادہ میں تبدیلی پیدا کرنا

علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب انوار محمدیہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"فضالہ نامی ایک شخص حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو معاذ اللہ قتل کرنے کے ناپاک ارادہ سے تلوار لے کر نکلا
آپ اُس وقت کعبہ معظمہ کا طواف کر رہے تھے کہ آپ نے اُسے

مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کیا ارادہ ہے؟

قَالَ لَا شَیْئَ اَذْکُرُ اللّٰہَ فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ ثُمَّ وَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی صَدْرِہٖ فَسَکَنَ قَلْبُہٗ فَقَالَ فُضَالَۃُ یَقُوْلُ وَاللّٰہِ مَا رَفَعَ یَدَہٗ عَنْ صَدْرِیْ حَتّٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ شَیْئًا اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْہُ (انوار محمدیہ ص ۱۱۲)

فضالہ نے کہا کچھ نہیں میں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا ہوں۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی بات سُن کر ہنس پڑے اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کر۔ فضالہ کہتے ہیں پھر آپ نے اپنا دستِ رحمت میرے سینے پر رکھا تو میرا قلب چلنے سے بند ہو گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی محبت میرے سینے میں ڈال دی۔

نبی غیب داں کی غیب دانی

نفوس کو پاکیزہ کرنے کے بارے میں علامہ مذکور نے اس کتاب کے ص ۱۱۳ پر طبقات ابن سعد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:۔

"عثمان بن طلحہ نے کہا ہم زمانہ جاہلیت میں کعبہ شریف کا دروازہ پیر دار اور جمعرات کو کھولا کرتے تھے۔ ایک روز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ تشریف لائے اور آپ نے کعبے کے اندر داخل ہونا چاہا تو میں نے کعبے کا دروازہ بند کر دیا اور آپ کی شان میں نازیبا کلمات کہے۔ حضور رسالتمآب

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے جواب میں نہایت صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے فرمایا! اے عثمان! آج تو مجھے کعبے کے اندر داخل ہونے سے روکتا ہے مگر ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب کعبے کی چابی میرے پاس ہو گی۔ اور میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا۔ چنانچہ فتح مکہ کے وقت آپ نے فرمایا اے عثمان کعبے کی چابی لاؤ۔ میں نے گھر جا کر اپنی والدہ سے چابی طلب کی تو اس نے انکار کر دیا۔ میں نے والدہ سے کہا خدا کی قسم چابی دینی پڑے گی ورنہ یہ تلوار تیری پشت سے پار ہو جائے گی۔ میری والدہ نے یہ سُن کر چابی دے دی۔ اور میں نے حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ نے کعبہ شریف کا دروازہ کھولا اور پھر چابی مجھے واپس دیتے ہوئے فرمایا اے عثمان آج کے بعد یہ چابی تم سے کوئی نہیں لے گا مگر ظالم۔ پھر آپ نے فرمایا عثمان! میں نے تجھ سے یہ بات کہی تھی کہ ایک دن یہ چابی میرے ہاتھ میں ہو گی اور میں جسے چاہوں گا اُسے عطا کروں گا۔ عثمان نے کہا۔ ہاں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی:۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اُن کے اہل کی طرف لوٹا دو۔

منقولہ بالا واقعہ سے دیگر لطائف کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ان دو اُمور کی نشان دہی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا

کعبہ کی چابی ایک روز میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا
یہ آپ کا علم غیب ہے۔ پھر آپ نے فتح مکہ کے موقع پر حضرت عثمان بن طلحہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چابی لے کر پھر ان کو ہی عطا فرما دی۔ یہ آپ کے حسن سلوک
شان کرم کی برہان عظیم کے علاوہ آپ کے جود و عطا اور فیضان و کرم کی
بھی خوبصورت دلیل ہے۔

اُمت کا غم خوار کون؟

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ تُوُفِّيَ اَبِيْ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ
فَعَرَضْتُ عَلٰى غُرَمَائِهٖ اَنْ يَّاْخُذُوا التَّمْرَ بِمَا عَلَيْهِ
فَاَبَوْا فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
فَقُلْتُ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِيْ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ
اُحُدٍ وَتَرَكَ دَيْنًا كَثِيْرًا وَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّرَاكَ
الْغُرَمَاءُ فَقَالَ لِيْ اِذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى
نَاحِيَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهٗ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَيْهِ كَاَنَّهُمْ
اُغْرُوْا بِيْ تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَاٰى مَا يَصْنَعُوْنَ طَافَ
حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ
ثُمَّ قَالَ ادْعُوْا لِيْ اَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى
اَدَّى اللهُ عَنْ وَّالِدِيْ اَمَانَتَهٗ وَلَا اَرْجِعُ اِلٰى اَخَوَاتِيْ
بِتَمْرَةٍ فَسَلَّمَ اللهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا حَتّٰى اَنِّيْ اَنْظُرُ
اِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَاَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرا باپ
فوت ہوا تو اُس کے ذمے بہت سا قرض تھا۔ میں نے قرض خواہوں سے کہا
میرے پاس کھجوریں ہیں وہ اپنے قرض کے عوض لے لو۔ مگر اُنہوں نے
کھجوریں تھوڑی ہونے کی وجہ سے انکار کر دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ آپ جانتے ہیں میرا
باپ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گیا تھا۔ اُس نے بہت سا قرضہ چھوڑا ہے۔ میری
خواہش ہے کہ قرض خواہوں کو آپ کے حوالے کر دوں۔ حضور رسالتمآب
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اپنے گھر جا کر سب کھجوریں ایک جگہ
جمع کر دو۔ میں نے تمام کھجوریں ایک جگہ جمع کر دیں تو آپ تشریف لے
آئے۔ لوگوں نے آپ کو دیکھا تو قرض کے مطالبہ میں شدت اختیار کر لی۔
آپ نے اُن کی شدت طلب کو دیکھا تو کھجوروں کی ڈھیر کے گرد تین چکر
لگائے اور اُس کے اُوپر تشریف فرما ہو گئے۔ پھر آپ نے جابر سے فرمایا
اپنے قرض خواہوں کو بُلا لے۔ چنانچہ آپ ہر ایک قرض خواہ کو پورا پورا
وزن عطا فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام قرض خواہوں کا قرض پورا ہو گیا۔
اور مجھے خوشی حاصل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کی امانت کا بوجھ اُتار
دیا۔ میں نے اپنے بھائیوں کے پاس آ کر کھجوروں کو دیکھا تو وہ اتنی ہی تھیں
جتنی میں نے ایک جگہ جمع کی تھیں۔

فقیر کہتا ہے ؎

اللہ اللہ یہ رسولِ دوسرا کی شان ہے
سب کی جھولی بھر رہی ہے ہر طرف فیضان ہے
قرض اپنے اُمتی کا آپ ہیں کرتے ادا
کس قدر وضوی مری سرکار کا احسان ہے

حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عطاؤں کا تذکرہ وہ بحر ناپیدا کنار ہے۔ جس کا نہ کنارا ملتا ہے اور نہ ہی گہرائیوں اور پہنائیوں کا پتہ چلتا ہے۔ جس طرف نظر کرو عطاؤں پر عطائیں ہو رہی ہیں۔ جو بھی آپ کے دربار گہربار میں حاضر ہو جاتا ہے دامن مُراد کو بھر لیتا ہے۔ برکتیں آپ کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ رحمتیں آپ کے حلقہ بگوش ہیں۔

امام اہلسنت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے کیا خوب فرمایا ؎

رحمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا

رحمتِ عالم کا شکم پر پتھر باندھنا

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کے سلسلہ میں ایک اور حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاؤُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا هٰذِهٖ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ فَقَالَ اَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيْبًا اَهْيَلَ فَانْكَفَأْتُ اِلٰى امْرَاَتِيْ فَقُلْتُ هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ فَاِنِّيْ رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيْدًا فَاَخْرَجَتْ جِرَابًا فِيْهِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهٗ فَقُلْتُ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَّنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَكَ فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلَا بِكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى اَجِيْئَ وَجَاءَ فَاَخْرَجْتُ لَهٗ عَجِيْنًا فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ ادْعِيْ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا وَهُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَاَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَاِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(مشکوٰۃ شریف صہ ۵۳۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک روز خندق کھود رہے تھے کہ ہمارے سامنے ایک سخت پتھر آگیا۔ اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کی یارسول اللہ ایک سخت پتھر آگیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں خندق میں اُترتا ہوں۔ آپ کھڑے ہوئے تو آپ کے شکم مبارک پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ کیونکہ ہم لوگوں نے خندق کے تین دن کے قیام میں کوئی چیز نہ کھائی تھی۔ اور نہ ہی پانی پیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کدال لے کر خندق کے پتھر پر ضرب لگائی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ میں اپنے گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے بھوک کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ اگر کچھ گھر میں ہو تو آپ کی دعوت کی جائے۔ اُس کی بیوی نے ایک صاع یعنی سوا دو سیر آٹا گوندھ

لیا۔ اور ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے سالن تیار کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ
نے حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض
کی یارسول اللہ! میں نے آپ کے لیے اور آپ کے چند اصحاب کے لیے
کھانے کا انتظام کیا ہے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
بلند آواز میں فرمایا اے اہل خندق جابر کی دعوت پر سب چلیں۔ پھر آپ نے
حضرت جابر کو فرمایا کہ میرے آنے سے پہلے ہانڈی کو چولہے سے نہ اُتارنا اور
نہ ہی آٹے کی روٹیاں پکانا۔ بعد ازاں آپ حضرت جابر کے گھر تشریف لے
گئے۔ اور ہانڈی اور آٹے میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈال کر فرمایا ایک روٹیاں
پکانے والی بلا لو اور ہانڈی کو چولہے سے نہ اُتارنا بلکہ وہیں سے برتنوں میں
سالن ڈال کر کھانا کھلاتے جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم اُس کھانے کو ایک ہزار کے لشکر نے سیر
ہو کر کھا لیا مگر اتنا سالن اور آٹا موجود تھا جتنا ہم نے پکایا تھا۔

شواہد النبوۃ میں اس واقعہ کے ضمن میں بتایا گیا ہے کہ اُس روز حضرت
جابر کے لڑکے گر کر فوت ہو گئے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ
وسلم نے انہیں بھی زندہ فرمایا تھا۔

البدایہ والنہایہ میں ابن کثیر نے لکھا ہے کہ آپ نے ذبح ہونے والی بکری
کو بھی زندہ فرما دیا تھا۔

برکات در برکات

معزز حضرات! میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بخششوں اور جود و
عطا کو کہاں تک بیان کیا جا سکتا ہے۔ اس روایت میں بصق فیہ اور بارک

کے الفاظ قابل غور ہیں۔ یعنی حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ہانڈی میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ اور اس لعاب
دہن مبارک کی برکت اور دعا مبارک کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند لوگوں کے لیے پکائے
ہوئے کھانے سے ایک ہزار افراد سیر ہو گئے مگر کھانا جوں کا توں باقی رہا۔ آپ
اس واقعہ کو میرے آقائے نعمت کا معجزہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور بلاشک و ریب
یہ آپ کا عظیم تر معجزہ ہے۔ مگر اس معجزہ کی رہنمائی کا ذریعہ آپ نے اپنے لعاب
دہن مبارک اور اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کو بنایا ہے تاکہ
آنے والی نسلوں کو معلوم ہو جائے کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن
جیسے نہیں ہیں۔ اور اگر قوم وہابیہ خود کو اُن کی مثل یا اُن کو اپنی مثل کہنے کا
دعویٰ کرے تو میری جماعت کے مخلصین اُن سے پوچھ سکیں کہ کیا تمہارے تھوک
میں یہ پاکیزگی ہے کہ اُسے ہانڈی میں ڈالا جا سکے یا اُس میں اتنی برکت ہے کہ
ہانڈی میں ڈالنے سے اُس کا سالن ایک ہزار افراد کو کفایت کر سکے۔

بہرحال بات دُور چلی جائے گی۔ اس لیے ہم اہل شقاوت کی بجائے اہل
محبت کی بات کرتے ہیں۔ رئیس المحققین شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ
علیہ اس ضمن میں فرماتے ہیں:۔

" ایں ہمہ از برکات آں سید السادات و منبع البرکات بود صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ زمین و آسمان و ظاہر و باطن از برکات و نعم وے
پُر است و تصور باید کرد کہ چہ ذوق و سرور ازیں سعد در دلہائے
اہل حضور شدہ باشد شادمان وے خوشا باطنے کہ برکت آں رحمۃ
للعالمین در وے راہ یابد یک بار ایں فقیر در بازاریکہ در منبعے
است از ترہ فروش می شنود کہ بر ترہ ہائے خود آب می افشاند وے

گویہ یا برکۃ النبی تعالیٰ وانزلی ثم لاتر تجلی ۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۴۹۰)

یہ تمام برکات سید السادات منبع برکات حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے تھیں کیونکہ زمین و آسمان اور ظاہر و باطن آپ کی برکتوں اور نعمتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ خیال فرمائیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر رہنے والوں کے دلوں میں ذوق و سرور کا کیا عالم ہوگا۔ جب وہ حضور رحمۃ للعالمین کی باطنی برکات سے شادمانی حاصل کرتے ہوں گے۔

ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک سبزی فروش اپنی سبزی پر پانی چھڑکاؤ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتو! آجاؤ اور ایسا اترو کہ پھر کبھی جانے کا خیال نہ کرو۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد رئیس المحققین شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فنافی العشق رسول حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار نقل فرماتے ہیں ؎

ز مہجوری بر آمد جانِ عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمت للعالمینی
ز محروماں چرا غافل نشینی

یا رسول اللہ زمانہ آپ کے ہجر میں جاں بلب ہے۔
رحم فرمائیں اے اللہ کے نبی رحم فرمائیں۔
آپ آخر تمام جہانوں کی رحمت ہیں۔
آپ محروم و محتاج لوگوں سے کس طرح بے خبر رہ سکتے ہیں۔

اے نعمتوں کے قاسم اے معطی زمانہ
اے رحمتِ دو عالم اے سرورِ یگانہ
رضوی غریب پر بھی اک نظرِ کرم کی
اس کو بھی اب دکھا دیں سرکار آستانہ

ایمان کی دولت دیتے ہیں

معزز قارئین، دردمندوں کے حامی، بے سہاروں کے سہارے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ صرف دنیوی نعمتوں کے معطی و قاسم ہیں بلکہ دولتِ دین بھی آپ ہی تقسیم فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كُنْتُ اَدْعُوْا اُمِّیْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَهِیَ مُشْرِكَةٌ فَدَعَوْتُهَا یَوْمًا فَاَسْمَعَتْنِیْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكْرَهُ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِیْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ یَّهْدِیَ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صِرْتُ اِلَی الْبَابِ فَاِذَا هُوَ مُجَافٌ فَسَمِعَتْ اُمِّیْ خَشْفَ قَدَمِیْ فَقَالَتْ مَكَانَكَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ خَضْخَضَةَ الْمَاءِ فَاغْتَسَلَتْ فَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَعَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ فَرَجَعْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِیْ مِنَ الْفَرَحِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَقَالَ خَیْرًا۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۵

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی مشرکہ ماں کو اسلام کی دعوت دی تو اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نازیبا کلمات کہے۔ میں روتا ہوا حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میری والدہ کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

یعنی الٰہی ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت نصیب فرما۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خوشی خوشی گھر گیا تو دروازہ بند پایا۔ میری والدہ نے اندر سے میرے آنے کی آواز سنی تو کہا باہر ہی ٹھہرو۔ اسی اثناء میں میں نے پانی گرنے کی آواز سنی۔ میری والدہ اُس وقت غسل کر رہی تھیں۔ پھر انہوں نے چادر اُوڑھ کر دروازہ کھولا اور فرمایا۔

"ابوہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں"۔

میں اپنی والدہ سے کلمۂ شہادت سُن کر خوشی سے روتا ہوا حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی والدہ کے اسلام کے بارے میں بتایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور دعائے خیر فرمائی۔

عزیزانِ گرامی! سبحان اللہ! یہ ہے ہمارے آقائے نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربارِ عالیہ کی عطا و سخا۔ ادھر حضرت ابوہریرہ نے اپنی والدہ کی ہدایت کے لیے عرض کی۔ ادھر آپ کا دریائے رحمت جوش میں آگیا اور ابھی وہ گھر نہیں پہنچے تھے کہ ان کی والدہ ایمان کی دولت سے مالامال ہوگئیں۔

اعلیٰحضرت نے کیا خوب کہا ہے

جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ اُن کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا

عَنْ جَابِرٍ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ یَدَیْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ثُمَّ اَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهٗ قَالُوْا لَیْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ بِهٖ وَنَشْرَبُ اِلَّا مَا فِیْ رَكْوَتِكَ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهٗ فِی الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ یَفُوْرُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِهٖ كَاَمْثَالِ الْعُیُوْنِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قِیْلَ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشَرَةَ مِائَةً۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر پانی ختم ہونے کی وجہ سے لوگ پیاسے ہو گئے۔ پھر وہ حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے پاس پانی نہیں جس سے ہم وضو کریں یا پئیں سوائے اُس کوزہ کے جو آپ کے پاس ہے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک کوزے میں رکھا تو آپ کی اُنگلیوں سے چشموں کی طرح پانی کے فوارے بہہ نکلے۔ پس ہم نے اُس سے پیا

اور وضو کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ حدیبیہ کے موقع
پر کتنے لوگ تھے۔ حضرت جابر نے کہا اگر اُس روز ہم ایک لاکھ آدمی بھی
ہوتے تو ہمیں وہ پانی کفایت کر جاتا۔ مگر اُس روز ہم پندرہ سو افراد تھے۔
حضرات محترم! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا لگنے سے پانی کے چشموں
کا پھوٹنا بلاشبہ آپ کا عظیم معجزہ ہے۔ مگر پتھر سے چشمہ پھوٹنا ایک فطری
اور بدیہی امر ہے۔ جب کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتان
مبارک سے پانی کا چشمہ بہنا اور اتنے بڑے لشکر کو اس پانی کا کفایت کرنا آپ
کا وہ عظیم معجزہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔
امام اہل سنت فاضل بریلوی نے کیا خوب فرمایا ہے

انگلیاں ہیں فیض عام ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنج آب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

آنکھوں کی درد کا دُور ہو جانا

وَعَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْنَ اَنْ يُّعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالُوْا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ فَبَرَاَ كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا

قَالَ انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ٥٦٣ ۔ ص ٥٦٤)

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق خیبر
کے روز حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں صبح ایک ایسے
شخص کو جھنڈا دوں گا جس کو اللہ اور رسول محبوب رکھتے ہیں۔ اور وہ بھی اللہ
اور رسول کو محبوب رکھتا ہو۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس
تمنا پر صبح کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج کس کو جھنڈا عنایت
فرمائیں گے۔ چنانچہ جب ہم حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا علی ابن
ابی طالب کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن
کی آنکھوں میں درد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاصد بھیج کر اُن کو
بلاؤ۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کو لایا گیا تو آپ نے مولا علی کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا۔
تو ان کی آنکھیں یوں ٹھیک ہو گئیں جیسے وہ کبھی نہ دکھی ہوں۔ پھر آپ نے
مولا علی کو جھنڈا عنایت فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خیبر والوں کو قتل کروں گا۔ یہاں تک کہ وہ ہماری
مثل ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا اے علی جائیں اور نرمی سے کام لیں۔ یہاں تک
کہ وہ بساحت زمین میں اتر آئیں۔ پھر اُن کو اسلام کی دعوت دیں اور اُن
کو اس کے ساتھ خبر دیں جو ان پر خدا کا حق ہے۔ خدا کی قسم! اگر ایک شخص

کبھی تیری دعوت پر ہدایت قبول کرے گا تو وہ تیرے لیے سُرخ اُونٹ
سے بہتر ہو گا۔

اِســــــــــــــــ

حدیث پاک میں اس جملہ پر غور فرمائیں کہ کل میں اُس کو جھنڈا دوں گا جو خدا
اور رسول سے محبت کرتا ہے۔ اور خدا اور رسول اُس سے محبت کرتے ہیں۔
اور اس جملہ کو بھی دیکھیں کہ کل اُس شخص کے ہاتھ پر خیبر فتح ہو گا، گویا آپ
کے علم پاک میں یہ بات موجود ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اللہ تعالیٰ
اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں۔ اور یقیناً
اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے محبت فرماتا ہے۔ گویا
آپ دلوں میں پوشیدہ محبت اور خلوص کو پورے طور پر جانتے ہیں۔ اور
آپ کے علم غیب سے واقفیت رکھنے پر اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہو گی
کہ آپ فرماتے ہیں کہ آنے والی کل کو خیبر کا قلعہ لازماً فتح ہو گا۔ اور اُسے فلاں
شخص فتح کرے گا۔

اِســــــــــــــــ

سے اُن لوگوں کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرمان ان اللہ
عندہٗ علم الساعۃ کے ترجمہ اور مفہوم کو محدود کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ
کے اس حقیقی علم سے کسی دوسرے کے لیے مجازی علم کی نفی کرتے ہیں۔
متعدد احادیث مبارکہ اس امر پر شاہد عدل ہیں کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ قیامت کے متعلق پیشگوئیاں فرمائیں۔

علاماتِ قیامت

مشکوٰۃ شریف کے حوالہ سے سابقہ اوراق میں بیان کی گئی حدیث
پاک کا کچھ حصّہ دوبارہ پیش خدمت ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس مبارک میں حاضر خدمت تھے کہ ایک سفید
ریش سیاہ زلفوں سے آراستہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ
کے سامنے دوزانو ہو کر ادب سے بیٹھ گیا۔ اور عرض کی یارسول اللہ اسلام
کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا تو اس نے کہا ایمان کیا ہے؟ آپ نے جواب
دیا تو اس نے کہا! احسان کیا ہے؟ حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے اس کا بھی جواب دے دیا۔ تو اس نے عرض کی قیامت کب آئے
گی؟ آپ نے فرمایا ما المسئول عنہا اعلم من السائل یعنی جس
سے سوال کیا جائے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا یعنی یہ راز قابل اظہار
نہیں جتنا تو جانتا ہے میں بھی اتنا جانتا ہوں۔ کیونکہ حدیث میں زیادہ
کی نفی ہے برابر کی نہیں۔ پھر عرض کی یارسول اللہ علاماتِ قیامت ہی
بتا دیں۔ آپ نے اُسے قیامت کی نشانیاں بتاتے ہوئے فرمایا:۔

اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَہَا وَاَنْ تَرَی الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃَ الْعَالَۃَ
رِعَاءَ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ (مشکوٰۃ شریف صلا)

یعنی لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور ننگے بدن اور برہنہ پا لوگوں
کو فخر کرتے دیکھو گے۔

اِســــــــــــــــ

جملے پر غور فرمائیں۔ یہ اُمور قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اب جب
کہ آپ قیامت کی نشانیاں بتا رہے ہیں تو قیامت کا علم اور کسے کہتے ہیں
یہی نہیں بلکہ آپ نے قیامت بپا ہونے کا دن اور مہینہ تک بتا دیا ہے اور فرمایا ہے۔

قیامت جمعۃ المبارک کے دن ۱۰ محرم الحرام کو قائم ہوگی۔

فضیلت جمعۃ المبارک

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

خَیْرُ یَوْمٍ طلعت علیہا الشمس یوم الْجُمُعَةِ فِیْهِ خلق آدم وَفِیْهِ

ادخل الجنۃ وفیہ اخرج منہا ولا تقوم الساعۃ الا یوم الجمعۃ

رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۹

حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین دن جمعۃ المبارک کا دن ہے۔ اسی میں آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ اسی دن انھیں جنت میں داخل کیا گیا۔ اور اسی دن انہیں جنت سے نکالا گیا۔ اور اسی جمعۃ المبارک کے دن قیامت قائم ہوگی۔

بارش کا اُترنا

علاوہ ازیں وہابیہ کے اعتراض و منزل الغیث یعنی بارش کا اُترنا تو اس کا علم بھی مقربین خدا کے لیے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ

یعنی لوگوں نے کہا! اے یوسف صدیق ہمیں سات گایوں کے بارے میں فتویٰ دیں۔

یہ اُس وقت کی بات ہے کہ جب عزیز مصر نے خواب میں دیکھا کہ

سات کمزور گائیں ہیں اور سات فربہ ہیں۔ اور سات خشک خوشے ہیں اور سات تازہ ہیں۔ اور اس خواب کی تعبیر بتلانے سے سب لوگ عاجز آچکے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اُن کے جواب میں فرمایا:

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْبُلِهٖ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ۝ (پ یوسف آیت ۴۷، ۴۸، ۴۹)

فرمایا تم کھیتی کرو گے سات برس لگاتار تو جو کاٹو اُس کی بالی میں رہنے دو۔ مگر تھوڑا جتنا کھالو۔ پھر اس کے بعد سات کرّے آئیں گے کہ کھا جائیں گے جو تم نے اُن کے لیے پہلے جمع کر رکھا تھا مگر تھوڑا جو بچالو۔ پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو بارش دی جائے گی اور اس میں رس نچوڑیں گے۔

وہابیہ کی کم ظرفی کا سبب

حضرات محترم! وہابیہ کی سب سے بڑی محرومی یہ ہے کہ یہ حقیقت و مجاز کا فرق کیے بغیر فتوے صادر کرتے رہتے ہیں۔ اور قرآن مجید سے اُن آیات کا انتخاب کر لیتے ہیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذاتی اور حقیقی علم یا قدرت کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اور اُن آیات کو چھوڑ دیتے ہیں جن میں دوسروں کے مجازی اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم و قدرت کا تذکرہ ہوتا ہے۔

یہ وہ آیت تو پیش کر دیتے ہیں جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت اور نزول بارش کا علم اپنے ساتھ مخصوص فرمایا۔ مگر اُن آیات کو بھول جاتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے مقربین سے ان اُمور کے بارے میں اظہار ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں کہ نہ تو کسی کو آنے والی کل کے بارے میں علم ہے۔ اور نہ ہی کوئی یہ جانتا ہے کہ بارش کب ہوگی۔ حالانکہ مندرجہ بالا آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت یوسف علیہ السلام اُن کو صرف آنے والی کل بلکہ آنے والی کئی برسوں کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا پروگرام بتا رہے ہیں۔ اور واضح فرما رہے کہ آئندہ ان سالوں میں بارش ہوگی اور ان برسوں میں قحط سالی ہوگی۔

بہرحال! یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل کے پیارے پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کا علم تعبیر ہے مگر ہمارے آقائے نعمت حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے علم کے بارے میں ارشاد گرامی ہے:۔

عَلِمْتُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ

یعنی میں اولین و آخرین کا علم رکھتا ہوں۔

قرآن مجید میں قرآن پاک کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل کا ارشاد ہے:۔

وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ

یعنی اے محبوب ہم نے آپ پر ایسی کتاب کو نازل فرمایا جو تمام چیزوں کو بیان کرنے والی ہے۔

علم ما فی الارحام

رہا علم ما فی الارحام تو یہ بھی مجازاً اور عطائی طور پہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نیک اور مقرب بندوں پر ظاہر ہے جس کے سینکڑوں شواہد موجود ہیں۔

ایک حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:۔

وعن ام الفضل بنت الحارث دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ انی رایت حلما منکرا اللیلۃ قال ماھو قالت انہ شدید قال وما ھو قالت رایت کان قطعۃ من جسدک قطعت ووقعت فی حجری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رایت خیرا تلد فاطمۃ ان شاء اللہ غلاما یکون فی حجرک فولدت فاطمۃ الحسین فکان حجری کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدخلت یوما علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم فوضعتہ فی حجرہ ثم کانت من التفاتۃ فاذا عینا رسول اللہ تھریقان الدموع فقلت یا نبی اللہ بابی انت وامی ما لک قال اتانی جبریل علیہ السلام فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی ھذا فقلت ھذا قال نعم واتانی بتربۃ من تربتہ احمراء (مشکوٰۃ شریف ص۵۷۲)

یعنی حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ میں نے ایک ناگوار خواب دیکھا ہے۔

آپ نے فرمایا:۔

"وہ کیا ہے؟"

میں نے عرض کی:۔

"حضور وہ شدید خواب ہے۔"

آپ نے فرمایا:۔

"وہ کیا ہے؟"

میں نے عرض کی:۔

"آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا الگ ہو کر میری گود میں آگیا ہے۔"

آپ نے فرمایا:۔

"تو نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے عنقریب میری بیٹی فاطمہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری گود میں کھیلے گا۔

حضرت ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں پھر میں آپ کی طرف متوجہ ہوئی تو آپ رو رہے تھے۔ میں نے عرض کی:۔

"یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ آپ کا کیا حال ہے؟

آپ نے فرمایا:۔

"میرے پاس جبریل آئے تھے اور انہوں نے یہ خبر دی ہے کہ عنقریب میری اُمت میرے اس بیٹے کو شہید کر دے گی۔"

میں نے عرض کی:۔

"اس بیٹے کو؟"

آپ نے فرمایا:۔

"ہاں"

پھر فرمایا:۔

"اس نے مجھے اس کی قتل گاہ کی سرخ مٹی بھی لا کر دی ہے۔"

مندرجہ بالا حدیث پاک میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر کا ذریعہ آپ نے حضرت جبریل کو بتایا ہے۔ جبکہ امام حسین کی ولادت پاک کے بارے میں آپ نے خود ارشاد فرمایا کہ میری بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔

ہم یہاں منکرین سے پوچھتے ہیں کہ آخر علم ما فی الارحام اور کسے کہتے ہیں بہرکیف! آپ کے علم کے بارے میں ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں:۔

میرا بیٹا صلح کرائے گا

عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهُ اَبَا بَكْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ اِلٰى جَنْبِهٖ يَنْظُرُ وَاِلَيْهِ مَرَّةً وَيَقُوْلُ اِبْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (بخاری شریف)

حضرت حسن سے روایت ہے کہ میں نے ابا بکرہ سے سنا انہوں نے کہا میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پہ فرماتے سنا آپ کی آغوش میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما تھے آپ کبھی امام حسن کی طرف دیکھتے اور کبھی لوگوں کی طرف اور فرماتے میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ مسلمانوں کے دو

گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔"

اس حدیث پاک کے حاشیہ پر محاشی نے لکھا ہے:۔

وَقَوْلُهُ اَنْ يُصْلِحَ بِهِ تَرْفِيْقٌ وَقَدْ كَانَ كَذَالِكَ لِاَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ كَانُوْا فِئَتَيْنِ فِرْقَةٌ مَعَهُ وَفِرْقَةٌ مَعَهُ مُعَاوِيَةَ وَكَانَ الْحَسَنُ يَوْمَئِذٍ اَحَقُّ النَّاسِ بِهٰذَا الْاَمْرِ فَدَعَاهُ وَ شَفَقَةٌ عَلٰى اُمَّةِ جَدِّهٖ اِلٰى تَرْكِ الْمُلْكِ وَالدُّنْيَا رَغْبَةٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ لِقِلَّةٍ وَلَا ذِلَّةٍ فَقَدْ بَايَعَهٗ عَلَى الْمَوْتِ اَرْبَعُوْنَ اَلْفًا۔ (حاشیہ بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۰)

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ "میرا یہ بیٹا صلح کرائے گا" تو ایسا ہی ہوا۔ اور ایک جماعت امام حسن کے ساتھ اور ایک امیر معاویہ کے ساتھ ہوگی۔ حالانکہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں امرِ خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ مگر باوجود حق پر ہونے کے آپ نے ملک چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت فرمائی۔ یہ آپ کی اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت پر شفقت تھی ورنہ تو آپ کی فوج کی قلت تھی اور نہ ہی سامانِ حرب کم تھا۔ کیونکہ چالیس ہزار افراد نے آپ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تھی۔"

حضرت امام حسن کی صلح کب ہوئی

حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت امام حسن اور امیر معاویہ کی صلح کی بات خواب کی تعبیر میں نہیں بتائی بلکہ پیشگوئی اور غیبی

خبر کی صورت میں تھی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر میں سات سال شادابی کے سات سال قحط سالی کے۔ اور اس کے ایک سال بعد دوبارہ بارش ہونے کے متعلق فرمایا تھا۔ گویا یہ خواب کے وقت سے پندرہ سال بعد کی بات تھی۔ مگر ہمارے آقائے نعمت سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے امام حسن علیہ السلام کے بارے میں یہ بات اُس وقت بتائی جب اُن کے بچپن کا زمانہ تھا۔ پھر جب امام حسن علیہ السلام کی عمر مبارک تقریباً آٹھ سال ہوئی تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوگیا۔

بعد ازاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ دو سال سات ماہ ہے۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور دس سال چند ماہ ہے۔ آپ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت بارہ سال ہے۔ آپ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کا پورا زمانہ اور آپ کے بعد امام حسن علیہ السلام کی خلافت کا تقریباً چھ ماہ کا دور گزر جانے کے بعد جب خلافتِ راشدہ کا دور تیس سال میں مکمل ہوا تو آپ نے ملک و حکومت سے دستبردار ہو کر امیر معاویہ سے صلح کرلی تاکہ مسلمانوں کو قتل ہونے سے بچا لیا جائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک کی صداقت پر بھی مُہر لگ جائے کہ میرے بعد خلافتِ راشدہ کا دور تیس سال ہے۔

بہرکیف! حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی پیشگوئی میں ان اُمور کی نشاندہی فرمائی تھی۔

۱۔ مسلمانوں کے دو گروہوں میں جنگ کی تیاری مکمل ہو جائے گی۔

۲۔ حضرت امام حسن علیہ السلام خلیفۃ المسلمین ہوں گے۔

۳. حضرت امام حسن علیہ السلام صلح کے علمبردار ہوں گے۔
۴. مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح ہو جائے گی۔

نبی غیب دان کی غیب دانی کا انکشاف

وہابیہ کا دعویٰ ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ کوئی کہاں مرے گا حالانکہ حضور رسالتماب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی شہادت اور موت کے بارے میں بتایا اور اُن کے فوت ہونے کی جگہ کا تعین فرمایا۔ جیسا کہ آپ سابقہ اوراق میں سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت گاہ کے بارے میں جان چکے ہیں۔ ایسے ہی آپ نے حضرت ابوذر غفاری کے مقام وفات اور حضرت جعفر طیار، حضرت علی رضی اللہ عنہا اور دیگر بے شمار حضرات کی شہادت کے بارے میں اُن کے مقام شہادت کے بارے میں خبر دی۔

علاوہ ازیں آپ نے بدر کے قتل ہونے والے کافروں میں سے ایک ایک کی قتل گاہ کا ذکر فرمایا۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"خدا کی قسم! جہاں جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے لیے نشان لگایا تھا وہاں سے ایک انچ جگہ کا بھی فرق نہیں پڑا۔

(تاریخ حبیب الٰہ ص۲۹)

ابوجہل کے قتل سے آگاہی

بخاری شریف کی ایک طویل حدیث کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار مدینہ میں سے تھے اور اُمیہ بن خلف رئیس مکہ کے ساتھ اُن کے اچھے مراسم تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ طواف کعبہ کے لیے مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو ابوجہل نے انھیں اُمیہ کے ساتھ دیکھ کر پوچھا۔

"اُمیہ یہ کون ہے؟"

اُمیہ نے کہا:

"یہ سعد ہے۔"

ابوجہل نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تو نہایت اَمن کے ساتھ طواف کر رہا ہے حالانکہ تم لوگوں نے ایسے لوگوں کو پناہ دے رکھی ہے جنہوں نے نیا دین نکالا ہے، اور تم لوگوں نے انھیں مدد دینے کا بھی وعدہ کر رکھا ہے۔ خدا کی قسم تو ابوصفوان یعنی بنو اُمیہ کے ساتھ نہ ہوتا تو اپنے گھر والوں کے ساتھ خیریت سے نہ جاتا۔"

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

"اے ابوجہل! اگر تو ہمیں طواف کعبہ سے روکے گا تو ہم تمھیں ایسی جگہ سے روکیں گے جو تم پر سخت ہو گی۔"

اُمیہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی یہ بات سُن کر کہا:۔

"اے سعد! یہ مکّے کا سردار ہے اس کے سامنے آواز بلند نہ کیجئے۔"

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

"اے اُمیہ! تو مجھے سمجھاتا ہے۔ میری بات چھوڑ۔ خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ وہ تجھے قتل کریں گے۔"

امیہ نے کہا:۔

"کیا یہ بات انہوں نے مکہ میں کہی تھی"

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

"یہ میں نہیں جانتا"

چنانچہ جب کفارِ مکہ نے جنگ بدر کی تیاری کی تو ابو جہل جوانوں کو جنگ کے لیے گھروں سے نکال رہا تھا۔ اور امیہ جنگ کے لیے جانے سے انکار کر رہا تھا۔ بالآخر جب ابو جہل نے اسے یہ کہا تو سردارِ مکہ ہے۔ اگر تو نہ گیا تو دوسرے لوگ بھی نہیں جائیں گے۔ تو وہ تیار ہو گیا اور اس نے اپنی بیوی سے کہا:۔

يَا أُمَّ صَفْوَانِ جَهِّزِيْنِي

یعنی اے ام صفوان میرا سامان تیار کیجئے۔

اس نے کہا:۔

وَقَدْ نَسِيْتَ مَا قَالَ لَكَ أَخُوْكَ الْيَثْرِبِيُّ

یعنی تو اپنے یثربی بھائی کی بات بھول گیا۔ اس نے تیرے قتل ہونے کی بابت بتایا تھا۔

امیہ نے کہا:۔

"میں زیادہ آگے نہیں بڑھوں گا"

مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان پورا ہو کر رہا۔ یہاں تک کہ وہ بدر کے میدان میں قتل ہو گیا حَتّٰى قَتَلَهُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۵۶۳)

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

قارئین کرام: اہلِ ایمان اور اہلِ سعادت حضرات کے ذوق و وجدان کے لیے یہ مختصر مضامین یقیناً ایک بیش بہا ذخیرہ ثابت ہوں گے۔ جب کہ اہلِ شقاوت کے لیے ہزاروں دلائل بھی کارآمد ثابت نہیں ہو سکتے۔ تاہم مقتولین بدر کے بارے میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَيَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الْأَرْضِ هٰهُنَا وَهٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسلم شریف ج ۲، ص ۱۰۲)

یعنی جنگِ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس جس مقام پر اپنے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ فلاں یہاں اور فلاں یہاں مرے گا تو وہ اسی اسی مقام پر مرا۔ جہاں جہاں آپ نے نشان دیا تھا۔

فقیر کہتا ہے ؎

اس طرف تقدیرِ عالم ہو گئی راضی تمام
جس طرف میرے محمد کا اشارہ ہو گیا

بہر کیف سورۂ لقمان کی آیاتِ بینات میں جن پانچ امور کو اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل سبحانہٗ نے اپنی ذات کے لیے مخصوص فرمایا ہے وہ ذاتی اور حقیقی اعتبار سے ہے۔ رہا مجازاً اور خدائے تعالیٰ کی عطا سے ان امور کا مخلوق سے ظہور ہونا تو یہ ایک واقعاتی امر ہے اور اس سے حقیقی اور ذاتی علم سے تعارض و تصادم نہیں ہوتا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تمت

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

یَا اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ — یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

مَسْحُ الْعَیْنَیْنِ

بِاِسْمِ

سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَفٰی بِنُوْرِ جَمَالِہٖ وَنَوَّرَ قُلُوْبَنَا بِعِنَایٰتِ کَمَالِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ○..........امابعد!

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نام مبارک اور ہاتھ پاؤں شریف کو چومنے کے جواز میں چند احادیث شریف حاضر خدمت کی جاتی ہیں تاکہ اہل ایمان حضرات کے دلوں کو مسرت ہونے کے علاوہ منکرین کے لئے برہانِ عظیم وسیف الیم ثابت ہوں۔

اسی کے ضمن میں ثابت ہو جائے گا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پاؤں مبارک کو چومتے رہے بلکہ خود صحابہ بھی ایک دوسرے کے ہاتھ پر بوسہ دیتے تھے اور یہی معززین مشائخ کا معمول رہا۔ خدا تعالیٰ ہمیں بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بوسہ دینے کی حدیث اوّل

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ وَعِنْدَہُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْاَقْرَعُ اِنَّ لِیْ عَشَرَۃً مِنَ الْوُلْدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْھُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ۴۰۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بوسہ دیا جب کہ اقرع بن حابس آپ کے پاس تھے۔ اقرع نے کہا میرے دس بیٹے ہیں میں نے کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ پس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

فائدہ: ثابت ہوا کہ بوسہ دینا اولاد کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارک اور رحم یعنی نرمی کرنے کی علامت ونشانی ہے۔

حدیث ثانی

وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا کَانَ اَشْبَہَ سَمْتًا وَھَدْیًا وَدَلًّا وَفِیْ رِوَایَۃٍ حَدِیْثًا وَکَلَامًا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَۃَ کَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَیْہِ

قَامَ اِلَیْھَا فَاَخَذَ بِیَدِھَا فَقَبَّلَھَا وَاَجْلَسَھَا فِیْ مَجْلِسِہٖ وَکَانَ اِذَا دَخَلَ عَلَیْھَا قَامَتْ اِلَیْہِ فَاَخَذَتْ بِیَدِہٖ فَقَبَّلَتْہُ وَاَجْلَسَتْہُ فِیْ مَجْلِسِھَا۔

(رواہ ابوداؤد ومشکوٰۃ شریف صفحہ۴۰۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا: میں نے کسی ایک کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ شکل وہیبت اور صورت میں نہیں دیکھا اور روایتاً ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی طرف کھڑے ہوتے اور ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے اپنی جگہ پر بٹھا دیتے اور پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لاتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی طرف احتراماً کھڑی ہو جاتیں اور آپ کا ہاتھ مبارک پکڑتیں، بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھا دیتیں۔

فائدہ: مذکورہ بالا دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور اب ان حضرات کی فضیلت میں خصوصی دو حدیثیں سماعت فرمائیں۔

حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین کی شان میں حدیث

وَعَنْ حذیفۃ قال قلت لامی دعینی آتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاصلی معہ المغرب واسالہ ان یستغفر لی ولک فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلیت معہ المغرب فصلی حتی صلی العشاء ثم انفتل فتبعتہ فسمع صوتی فقال من ھذا احذیفۃ قلت نعم قال ما حاجتک غفر اللہ لک ولامک ان ھذا ملک" لم ینزل الارض قط ھذہ اللیلۃ استاذن ربہ ان یسلم علی ویبشرنی بان فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ وان الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ۔ رواہ الترمذی وقال حدیث غریب۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۱)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا میں نے اپنی امی جان کو کہا مجھے اجازت دو کہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کروں اور پھر عرض کروں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے اور میری والدہ کے لئے استغفار فرمائیں۔ پس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے ساتھ نماز مغرب ادا کی۔ پھر آپ نے نوافل پڑھے، یہاں تک کہ نماز عشاء ادا

فرمائی۔ پھر آپ نماز سے فارغ ہو کر گھر کی طرف چلے تو میں بھی آپ کے پیچھے ہو گیا۔ میری آواز سن کر آپ نے فرمایا کون ہے؟ کیا تو حذیفہ ہے؟ عرض کی یارسول اللہ ہاں سرکار نے فرمایا تیری کیا حاجت ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے اور تیری ماں کو بخشے۔

بے شک یہ ایک فرشتہ ہے جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اب یہ اپنے رب العالمین سے اجازت لے کر آیا ہے اور مجھ پر سلام عرض کیا اور یہ بشارت مجھ کو دی کہ بے شک سیدہ فاطمۃ الزہرا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حضرت حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

فائدہ: حضرت حذیفہ کے بغیر بتانے کے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حذیفہ! تیری کیا حاجت ہے، اللہ تعالیٰ تجھے بخشے اور تیری ماں کو، یہی علم غیب ہے جو میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے جانتے ہیں۔

اَرْجِعُ عَنْ هٰذَا الْمَكَانِ اِلٰى اَصْلِ الْمَقْصَدِ۔

میں اب اس مکان سے اصل مقصد کی طرف لوٹتا ہوں۔

حدیث ثالث

وَعَنْ عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ اتی بصبی فقبلہ فقال



اِمَّا اَنَّهُمْ مُبَخِّلَةٌ" مُجَبِّنَةٌ" وَاَنَّهُمْ لَمِنْ رَيْحَانِ اللّٰهِ۔ رواہ فی شرح السنۃ۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۰۲)

ترجمہ: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک بچے کو لایا گیا۔ تو آپ نے اس کو بوسہ دیا اور فرمایا بے شک یا تو وہ باعثِ بخل ہیں یا بزدلی اور بیشک وہ بھی اللہ کے رزق میں سے ایک رزق ہے۔

حدیث رابعہ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَاَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهٗ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُهٗ عُرْيَانًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ فَاعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ۔ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۰۲)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں آئے تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے تو حضرت زید نے آکر دروازہ پر دستک دی تو رسول اللہ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف کھڑے ہوئے، ننگے جسم اس حال میں کہ آپ کپڑوں کو گھسیٹ



رہے تھے۔ خدا کی قسم میں نے آپ کو اس سے پہلے یا بعد کبھی بھی ننگے جسم نہیں دیکھا تو آپ نے آتے ہی ان سے معانقہ کیا اور ان کو بوسہ بھی دیا۔

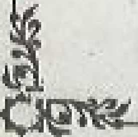
حدیث خامس

وَعَنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَقّٰى جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَالْتَزَمَهٗ وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ۔ رواہ ابوداؤد و بیہقی فی شعب الایمان۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۰۲)

ترجمہ: حضرت شعبی سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملے ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ سبحان اللہ کیا ہی انداز لطف وکمال کرم ہے

تیری ہر ہر ادا پہ ہوں فدا مجھے ہر ادا پہ ناز ہے

یہ احادیث مبارکہ وہ تھیں جن میں نبی کریم شفیع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بوسہ دینا ثابت ہے۔ اب وہ احادیث شریفہ ذکر کی جاتی ہیں جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بوسہ دیا۔ سنیئے:





صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کو بوسہ دیا

حدیث اوّل

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَبَّلْنَا يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(سنن ابن ماجہ صفحہ ۲۶۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم صحابہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ سبحان اللہ کیا ادب اور محبت اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔

فائدہ: حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ مبارکہ کو بوسہ دینا جائز ہے پھر قَبَّلْنَا صیغہ جمع متکلم ماضی معلوم ہے جس سے ظاہر ہے کہ سب صحابہ کا یہ عمل ہے کسی ایک صحابی کا نہیں۔ ہم اہل سنت کے لئے تو ایک صحابی کا قول وفعل بھی قابل قدر عمل ہے چہ جائیکہ سب صحابہ متفق ہوں مگر وہابی نجدی کے دل میں بغض ہو تو ہم کیا کریں۔

ایک اعرابی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا

حدیث نمبر۲

فَقَالَ الْعِرَابِيُّ ائْذَنْ لِيْ اَسْجُدُ لَكَ قَالَ لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ

يَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا قَالَ فَائْذَنْ لِيْ اَنْ اُقَبِّلَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ فَاَذِنَ لَهٗ۔ (الشفاء شریف صفحہ ۱۲۵ جلد ۱)

ترجمہ: پس ایک اعرابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دو کہ میں آپ کو سجدہ کروں تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر میں کسی ایک کے لئے سجدہ کرنے کا حکم فرماتا تو اوّل عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کرتیں۔ پھر اس اعرابی نے عرض کی یارسول اللہ مجھے اجازت دو کہ میں آپ کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو بوسہ دوں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینے کی اجازت دے دی۔

حدیث نمبر۳

وَعَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَجُلٌ "مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيْهِ مِزَاجٌ" بَيْنَمَا يُضْحِكُ فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَاصِرَتِهٖ بِعُوْدٍ فَقَالَ اَصْبِرْنِيْ وَقَالَ اِصْطَبِرْ قَالَ عَلَيْكَ قَمِيْصٌ "وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيْصٌ" فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَمِيْصِهٖ فَاحْتَضَنَهٗ جَعَلَ يُقَبِّلُ كَشْحَهٗ فَقَالَ اِنَّمَا اَرَدْتُ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۰۲)

ترجمہ: حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرات

انصار میں ایک آدمی تھا جس کی طبیعت میں مسخری کرنا تھا، گفتگو سے ایک قوم کو ہنسا رہا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جسم پر لکڑی سے ٹھوکر لگائی تو اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ مجھے قصاص دیجئے کہ آپ نے مجھے لکڑی سے مارا ہے۔ آپ نے فرمایا لے لو۔ اس شخص نے عرض کی کہ آپ کے جسم پر قمیص ہے میرے جسم پر قمیص نہ تھی۔ تو سرکار نے اپنی قمیص اٹھا کر فرمایا لو لے لو۔ اس آدمی نے حضور شفیع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو پر بوسہ دے دیا، عرض کیا کہ یا رسول میں نے یہی ارادہ کیا تھا

دل عشاق حیلہ گر باشد

عاشقوں کے دل کے لئے حیلہ درکار ہے

صحابہ کرام کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ اور پاؤں پر بوسہ دینا

حدیث نمبر۴

وَعَنْ زَارِعٍ وَكَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ۔ رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ۴۰۲)

ترجمہ: حضرت زارع جو عبدالقیس قبیلہ کے قاصد وایلچی تھے فرماتے ہیں

جب ہم مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے تو اپنی سواریوں کو جلد دوڑاتے اور آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر سرکار کے ہاتھ اور پاؤں مبارک پر بوسہ دیتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ اور پاؤں شریفہ کو یہودیوں کا بوسہ دینا

حدیث نمبر۵

عَنْ صَفْوَانَ ابْنِ عَسَّالٍ اَنَّ قَوْمًا مِنَ الْيَهُوْدِ قَبَّلُوْا يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَيْهِ۔ (سنن ابن ماجہ صفحہ۲۶۳)

ترجمہ: حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودیوں میں سے ایک قوم نے حضور شہنشاہ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔

فائدہ: ہمارے حضور پاک سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں یہودی بھی سر تسلیم خم ہیں۔ یاد رہے کہ یہودیوں کی تقلید ہمارے لئے جائز نہیں ہے مگر حدیث تقریری کے لحاظ سے یہ حجت ہوسکتی ہے۔ خلاصہ: جب یہودیت چلی جائے تو ایمان کے ساتھ بوسہ دیا جاسکتا ہے۔

اب وہ احادیث شریف پیش کی جاتی ہیں جن میں صحابہ کرام علیہم الرضوان ومشائخ عظام ایک دوسرے کے ہاتھوں کو احتراماً بوسہ دیتے تھے۔

﴿صحابہ کرام اور مشائخ عظام بھی ایک دوسرے کے ہاتھ پر بوسہ دیتے تھے﴾

حدیث نمبر ۱

عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا يُقَبِّلُ يَدَ الْعَبَّاسِ وَرِجْلَيْهِ۔

(الادب المفرد امام بخاری صفحہ ۲۵۴)

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت مولا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ و پاؤں شریف کو بوسہ دیا۔

ثبوت نمبر ۲

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَأْخُذُ بِرِكَابِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَيَقُوْلُ هٰكَذَا أُمِرْنَا أَنْ نَفْعَلَ بِعُلَمَاءِ نَافَيَأْخُذُ زَيْدٌ بِيَدِهٖ فَيُقَبِّلُهَا فَيَقُوْلُ هٰكَذَا أُمِرْنَا نَفْعَلَ بِاَهْلِ الْبَيْتِ۔ (نزھت المجالس جلد ۸۵)

یعنی جب حضرت زید بن حارثہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آتے یا جاتے تو حضرت عبداللہ ان کی سواری کی رکاب پکڑتے اور فرماتے: ایسے ہی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حکم دیا

گیا ہے کہ ہم اپنے علماء کرام کے ساتھ سلوک کریں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پکڑتے اور بوسہ دیتے اور فرماتے کہ ایسے ہی ہمیں سرکار رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ ہم اہل بیت اطہار کا احترام کریں۔

مسلم بن حجاج کا حضرت امام بخاری کی آنکھوں پر بوسہ دینا

ثبوت نمبر ۳

عَنْ اَحْمَدَ بْنِ حَمْدُوْنَ قَالَ جَاءَ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ اِلَى الْبُخَارِيِّ فَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَقَالَ دَعْنِيْ اُقَبِّلْ رِجْلَيْكَ يَا اُسْتَاذَ الْاُسْتَاذِيْنَ وَسَيِّدَ الْمُحَدِّثِيْنَ .... الخ۔ (بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۳)

ترجمہ: احمد بن حمدون سے روایت ہے کہ مسلم بن حجاج حضرت امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام بخاری کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور عرض کیا کہ اے استاذ المحدثین استاذوں کے استاد مجھے اجازت دو کہ میں آپ کے پاؤں کو بوسہ دوں۔

فائدہ: ان دلائل سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ان کے بعد آنے والے مشائخ کا بھی یہی مسلک وادب رہا ہے۔

اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال یعنی موت



شریف کے بعد حضرت عثمان بن مطعون کو بوسہ دیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعد از وصال بوسہ دیا۔ ثبوت کے لئے حدیث شریف مشاہدہ فرمائیں:

(اَلْحَدِیْث وَهُوَ هٰذَا) عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ سَيْفِ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِاِبْرَاهِيْمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْرَاهِيْمَ فَقَبَّلَهٗ وَشَمَّهٗ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَالِكَ وَاِبْرَاهِيْمُ يَجُوْدُ لِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ الحديث۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۵۰)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو سیف کے پاس آئے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی دائیہ کے شوہر تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نور نظر ابراہیم کو اس سے پکڑا اور بوسہ دیا پھر سونگھا پھر واپس کر دیا کچھ وقت بعد پھر آئے تو آپ کے صاحبزادے ابراہیم اپنی جان کو سخاوت کر رہے تھے یعنی قریب الموت تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

فائدہ: ثابت ہوا کہ اولاد کو بوسہ دینا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی



سنت پاک ہے۔

حدیث: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَهُوَ مَيِّتٌ " فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى دُمُوْعِهٖ تَسِلُ عَلٰى خَدَّيْهِ۔ (سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۰۵)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کو حالت فوتگی میں بوسہ دیا اور میں دیکھ رہی تھی کہ آپ کے دونوں رخساروں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

حدیث: عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَيِّتٌ "۔ (سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۰۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوسہ دیا جب کہ آپ کا وصال شریف ہو چکا تھا۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرٍ وَعَائِشَةَ قَالُوْا اِنَّ اَبَابَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَيِّتٌ "۔ (ترمذی شریف جلد ا صفحہ ۱۱۸)

ترجمہ: ایک باب میں حضرت ابن عباس وحضرت جابر اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بوسہ دیا جب کہ بظاہر آپ کا وصال ہو چکا تھا۔

فائدہ: ان دونوں احادیث مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن مطعون کو فوت ہونے کے بعد بوسہ دیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وصال شریف کے بعد بوسہ دیا۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بوسہ دینے کے بعد کتاب اللہ کو بوسہ دینے کے دلائل سنیے:

قرآن مجید کو بوسہ دینے کا ثبوت

وَرُوِیَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَاْخُذُ الْمُصْحَفَ كُلَّ غَدَاةٍ وَيُقَبِّلُهٗ وَيَقُوْلُ عَهْدُ رَبِّیْ وَمَنْشُوْرُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ وَكَانَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يُقَبِّلُ الْمُصْحَفَ وَيَمُسُّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ ۔ (حاشیہ سنن ابن ماجہ صفحہ ۲۶۳)

ترجمہ: روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر صبح قرآن کریم کو پکڑتے اور بوسہ دیتے اور فرماتے یہ میرے رب کریم عزوجل

کا عہد و منشور ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قرآن پاک کو بوسہ دیتے اور اپنے چہرے پر ملتے۔

تقبیل کے باب میں قرآن کریم کو بوسہ دینا بھی واضح ہو گیا اب ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضور شہنشاہ ارض وسما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں منبر شریف پر بیٹھتے تھے صحابہ کرام علیہم الرضوان اس جگہ کو بھی بوسہ دیتے تھے۔ ثبوت کے لئے دلیل حاضر ہے۔

﴿حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منبر پر ہاتھ رکھ کر اپنے چہرے پر رکھنا﴾

وَرُوِیَ ابْنُ عُمَرَ وَاضِعًا يَدَاهُ عَلٰى مَقْعَدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَهَا عَلٰى وَجْهِهٖ۔

عالم مدینہ حضرت امام مالک کا ادب

لِهٰذَا كَانَ مَالِكٌ" رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يَرْكَبُ بِالْمَدِيْنَةِ دَابَّةً وَكَانَ يَقُوْلُ اَسْتَحْيِیْ مِنَ اللّٰهِ اَنْ اَطَاءَ تُرْبَةً فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَافِرِ دَابَّةٍ۔ (شفا شریف جلد ۲ صفحہ ۱۹۰)

صاحب شفاء قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم منبر شریف پر بیٹھتے تھے وہاں اپنے ہاتھ مبارک رکھتے پھر اپنے چہرہ
پر رکھتے اسی لئے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادبا مدینہ طیبہ کی مقدس
سرزمین پر اپنی سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے حیا آتا
ہے کہ میں اپنی سواری کے پاؤں سے اس سرزمین کو لتاڑوں جس پر حضور شفیع
یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہر چیز جو
نسبت رکھنے والی صحابہ کرام علیہم الرضوان ودیگر علمائے حق کے نزدیک قابل
احترام وبوسہ ہے۔ اسی لئے حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ مدینہ طیبہ کی
سرزمین مقدسہ کا حیاء واحترام کرتے ہیں۔

اس لئے کہ ان میں حیاء ہے۔ نجدی، وہابی حیاء نہیں کرتے کیوں کہ
ان میں حیا نہیں ہے۔

عطر کی خوشبو اسی شیشی سے آئے گی جس میں عطر ہو۔ میں اپنے
احباب کی تسکین خاطر کے لئے مزید دلیل پیش کرتا ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چادر شریف کو دحیہ کلبی کا بوسہ دینا

هُوَهٰذَا حُكِيَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحِبُّ

اِسْلَامَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ لِاَنَّهٗ كَانَ تَحْتَ يَدِهٖ سَبْعَمِائَةٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ
وَكَانُوْا يَسْلِمُوْنَ بِاِسْلَامِهٖ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اُرْزُقْ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ
الْاِسْلَامَ فَلَمَّا اَرَادَ دِحْيَةُ الْاِسْلَامَ اَوْحَى اللّٰهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ اَنْ يَامُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ يَقْرَؤُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ
اِنَّ دِحْيَةَ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْاٰنَ فَلَمَّا دَخَلَ دِحْيَةُ الْمَسْجِدَ رَفَعَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِدَاءَهٗ عَنْ ظَهْرِهٖ وَبَسَطَهٗ عَلَى الْاَرْضِ بَيْنَ
يَدَيْهِ فَقَالَ دِحْيَةُ هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلٰى رِدَاءِهٖ فَبَكٰى دِحْيَةُ مِنْ كَرَمِ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعَ رِدَاءَهٗ وَقَبَّلَهٗ وَضَعَهٗ عَلٰى رَاْسِهٖ
وَعَيْنَيْهِ۔ (تفسیر روح البیان ج ا ص ۱۸۳)

صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت دحیہ کلبی کے اسلام کو پسند فرماتے کیوں کہ
سات سو افراد کے گھر اس کے ماتحت تھے اور دعا فرماتے کہ الٰہی دحیہ کلبی
کو اسلام کا رزق عطا فرما۔ جب حضور علیہ السلام نے دحیہ کلبی کے اسلام
کا ارادہ فرمایا تو نماز صبح کے بعد اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی حضرت جبرئیل علیہ
السلام نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا
ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ دحیہ آپ کے پاس اس وقت آ رہا ہے۔ جب دحیہ

کلبی مسجد میں داخل ہوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر شریف جسم سے اتاری اور دحیہ کلبی کے آگے بچھا دی۔ دحیہ کلبی نے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شفقت ومحبت دیکھ کر رو پڑے اور چادر کی طرف اشارہ کیا اور اٹھا کر بوسہ دے کر اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔

فائدہ: حضرت دحیہ کلبی کے اس واقع سے واضح ہوگیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی چادر شریف بھی قابل احترام ولائق تعظیم وبوسہ ہے مگر اس وقت جب کہ ایمان اپنی پوری فوج لے کر قلعہ دل کو پھاڑ کر اندر داخل ہوگیا، وہاں اس سے انکار اس وقت ہی ہوگا جب کہ دیو یا دیو کی بیٹی کے دل میں ایمان نہ ہو۔ جب ایمان کی روشنی نہیں ہے تو پھر نفرت بھی ہوسکتی ہے اور انکار بھی۔

حضرات گرامی: جب حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چادر شریف قابل بوسہ اور لائق احترام ہے تو پھر حضور کے نام نامی اسم گرامی کو بوسہ دینے میں کون سے چیز مانع ہے۔ ہم اس کو ایمان اور دیانتداری سے واضح کرتے ہیں جب کہ اس مسئلہ کو ہمارے حریف وہابی نجدی، دیوبند نے معرکۃ الارائی بنا رکھا ہے۔ خواہ مخواہ متنازعہ فیہ بنا کر قسم قسم کے فتوے دے رہے ہیں۔

حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کو چومنا اور آنکھوں پر لگانا منکرین قرار دے رہے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ بحرمت النبی الکریم۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر کیا کرنا چاہیے اور کیا پڑھنا چاہیے

سنیئے! حضرات نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کے دلائل وبرہان حاشیہ جلالین تحت آیت صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اِنَّ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْمَاتِ مَوَاطِنِ" فَمِنْھَا اَنْ یُّصَلّٰی عِنْدَ سِمَاعِ اِسْمِ الشَّرِیْفِ فِی الْاَذَانِ قَالَ الْقُسْتَانِیُ فِیْ شَرْحِ الْکَبِیْرِ نَقْلًا عن کنز العِبَادِ اِعْلَمْ اَنَّہٗ یستحب اَنْ یُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الثَّانِیَۃِ قُرَّۃُ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ثُمَّ یُقَالُ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظَفْرِ الابہا مَیْنِ عَلَی الْعَیْنَیْنِ۔ فَاِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَائِدُہٗ اِلَی الْجَنَّۃِ انتھی فرماتے ہیں: جب اللہ کریم نے حکم فرمایا کہ اے ایمان والو! میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھو۔ تو درود وسلام کے پڑھنے کے لئے کچھ مقامات ہیں، ان میں سے ایک مقام درود وسلام کا یہ بھی ہے کہ اذان میں آپ کے اسم یعنی نام مبارک سنتے وقت درود وسلام پڑھا

جائے۔ امام قسطلانی شرح کبیر میں کنزل العباد سے نقل کرتے ہوئے
فرماتے ہیں کہ جان اذان میں شہادت ثانیہ کی پہلی شہادت کے وقت قُرَّةُ
عَیْنِیْ بِكَ یَارَسُوْلَ اللّٰه کہے۔ اے اللہ کے رسول آپ کے ساتھ میری
آنکھیں ٹھنڈی ہو گی۔ پھر یوں کہے اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ
اے اللہ! میری قوت سماع اور باصرہ میں نفع دے اور پھر اپنے دونوں
انگوٹھوں کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اس کے لئے قائد جنت ہوں گے۔ محاشی آگے ذکر کرتا ہے اور حضور شیخ امام
ابوطالب محمد بن علی المکی رَفَعَ اللّٰهُ دَرَجَتَهٗ در قوت قلوب روایت کردہ از ابن
عینیہ کہ پیغمبر علیہ السلام بمسجد درآمد و ابوبکر رضی اللہ عنہ، ظفر ابہامین با چشم خود
رامسح کرد و گفت قُرَّةُ عَیْنِیْ بِكَ یَارَسُوْلَ اللّٰه وچوں بلال رضی اللہ از اذان
فراغتی روی نمود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ ابا بکر ہر کہ بگوید
آنچہ تو گفتی از روی شوق بلقای من وبکند آنچہ تو کردی خدای درگذارد گناہان
وی را آنچہ باشد نو و کہنہ خطا و عمد و نہاں و آشکار اور مضمرات بریں وجہ نقل کردہ
وقال عَلَیْهِ السَّلَامُ مَنْ سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظَفَرَیْ اِبْهَامَیْهِ
وَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْهِ لَمْ یَعْمَ اَبَدًا۔ (حاشیہ جلالین صفحہ ۳۵۷)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بوسہ دینا

ترجمہ: حضرت شیخ امام ابوطالب محمد بن علی مکی، اللہ تعالیٰ ان کے درجات
بلند فرمائے۔ قوت قلوب میں حضرت عینیہ رضی اللہ عالی عنہ سے روایت
فرمائی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے
تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو
آنکھوں کے ساتھ لگایا یعنی بوسہ دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم آپ کے ساتھ میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے اذان میں میرا
نام سنا اور اپنے ناخنوں کو بوسہ دیکر اپنی آنکھوں پر رکھا وہ زندگی میں کبھی
پریشان نہیں ہوگا۔

شامی کی عبارت میں آرہا ہے، جو عوام حضرات کی نظروں کے سامنے
صاف آئینہ کی طرح عیاں ہوگا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام چومنے پر علامہ شامی کا فتویٰ

علامہ شامی نے یوں لکھا ہے:

یُسْتَحَبُّ اَنْ یُّقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْاُوْلٰی مِنَ الشَّهَادَةِ صَلّٰی

اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَ الْاِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُوْنُ قَائِدًا لَهٗ اِلَى الْجَنَّةِ كَذَافِيْ كَنْزِ الْعِبَادِ وَنَحْوُ فَتَاوٰى الصُّوْفِيَةِ وَفِيْ كِتَابِ الْفِرْدَوْسِ مَنْ قَبَّلَ ظُفْرَيْ اِبْهَامِهٖ عِنْدَ سَمَاعِ الشَّهَادَةِ اَنَّ مُحَمَّدَ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ فِي الْاَذَانِ اَنَا قَائِدٌ" لَهٗ وَمُدْخِلُهٗ فِيْ صُفُوْفِ الْجَنَّةِ............ الخ۔ (شامی ج ۱ ص ۳۹۸)

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ مستحب ہے کہ پہلی شہادت کے وقت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ پڑھا جائے اور دوسری شہادت کے وقت قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ پھر کہے اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ اے اللہ میری آنکھوں کی نظر اور قوت سماع میں نفع دے۔ پھر اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر رکھے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے جنت کی طرف قائد ہوں گے۔

وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف
خرمن عصیاں پہ اب بجلی گراتے جائیں گے

ایسے ہی کنز العباد میں ہے اور اس کی مثل فتاویٰ صوفیہ و کتاب الفردوس میں ہے کہ جس شخص نے اذان میں شہادۃ ثانیہ پر اَنَّ مُحَمَّدً

الرَّسُوْلُ اللّٰهِ کے وقت اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں پر بوسہ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس کا قائد اور جنت کی صفوں میں داخل کرنے والا ہوں گا (سبحان اللہ)

شہد سے میٹھا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نام
چومنے سے صبح ہوئی میری شام

حضرات یہ تھا آئینہ حق جس کی صفائی میں مسلک اہل سنت روز روشن کی طرح واضح ہو گیا مگر کور آنکھ کی بینائی کہاں۔ دیوبندی منکروں کے دل کی صفائی کہاں۔ اس جگہ دیوبندی مسلک کا حکیم نور احمد یزدانی مسکن گڑھی غوث حافظ آباد اپنی کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفحہ ۱۰۵ پر لکھتا ہے:

''مذکورہ بالا حدیث کے سباق میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد تو یہ ہے کہ سننے والو تم بھی گواہی دو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا رسول ہے لیکن اس کے برعکس بجائے اس شہادت کے اپنے انگوٹھے چومنے لگ جاتے ہیں یہ اجابت ہے نہ اطاعت، بلکہ کھلا انکار اور انحراف ہے رسم دین میں ایک نیا اضافہ ہے اور تمام علماء اس کے بدعت ہونے پر

متفق ہیں۔ پھر انگوٹھے چومنے کے جواز پر جو روایات پیش
کی جاتی ہیں وہ سب کی سب موضوع اور منگھڑت ہیں۔
علامہ شامی، علامہ سیوطی، ملا علی قاری، علامہ سخاوی وغیرہم
رحمہم اللہ سب حضرات ان احادیث کو موضوع کہتے ہیں۔"

حضرات یہ تھی دیوبندی مسلک کی کتب جس میں علامہ شامی کی
شامی وغیرہ کا حوالہ صفحہ ۲۶۷ نمبر دے کر عوام کی نظروں میں غبار ڈال دی۔
پھر نجد دروازے سے گذر کر رسول دشمنی کا پورا پورا ثبوت دے دیا اور علامہ
شامی وغیرہ پر بہتان لگا دیا۔ حالانکہ علامہ شامی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے نام مبارک کو چومنا مستحب فرما چکے ہیں اور اس مصنف کتاب کا دین
میں اس کو اضافہ اور منگھڑت انحراف کہنا یہ کتنی زبان بے لگام ہے جس کو ذرہ
بھر شرم وحیا نہیں۔ آیا علماء حق کی خیانت و بددیانتی کرتے ہوئے ویل وسقر کی
کچھ پرواہ نہیں کی۔ العیاذ باللہ۔

اب سنیئے کہ علامہ شامی یا امام سخاوی وغیرھم نے کیا فرمایا ہے:

وَقَالَ اِمَامَ سَخَاوِیُ فِی الْمَقَاصِدِ الْحَسَنَۃ اَنَّ ھٰذَا الْحَدِیْثُ
لَمْ یَصِحُ فِی الْمَرْفُوْعِ وَالْمَرْفُوْعُ مِنَ الْحَدِیْثِ ھُوَ اَخبَرَ الصَّحَابِیُّ
عَنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ السَّلاَم۔

یعنی امام سخاوی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے۔ حدیث
مرفوع وہ ہے جس سے صحابی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول سے
خبر دے۔

ضعیف حدیث بھی محدثین کیلئے قابل عمل ہے
علامہ شامی کا فرمان

علامہ شامی فرماتے ہیں:

یَقُوْلُ الْفَقِیْرُ قَدْ صَحَّحَ مِنَ الْعُلَمَاءِ تَجْوِیْزُ الْاَخْذِ بِالْحَدِیْثِ
الضَّعِیْفِ فِی الْعَمَلِیَاتِ فَیَکُوْنُ الْحَدِیْثُ الْمَذْکُوْرُ غَیْرُ مَرْفُوْعٍ لَا
یَسْتَلْزِمُ تَرْکَ الْعَمَلِ بِمَضْمُوْنِہٖ وَقَدْ اَصَابَ الْقُھِسْتَانِیُّ فِی الْقَوْلِ فِی
الْاِسْتِحْبَابِہٖ۔

ترجمہ: یعنی فقیر (علامہ شامی) یہ کہتا ہے کہ علماء نے حدیث ضعیف کے
ساتھ عمل کرنا صحیح فرمایا ہے۔ علمیات میں ضعیف حدیث کے ساتھ اخذ عمل
جائز ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ مذکورہ حدیث غیر مرفوع ہونے سے اصل میں
ترک عمل لازم نہیں آتا۔

حضرات گرامی یہ تھا اصل مسئلہ جو الحمد للہ برہان قاہرہ سے واضح ہوگیا۔
خدشات ومشکلات سے نکل کر ساحل بحر پر روز روشن کی طرح ضیا پذیر ہوا۔

عالم دین کے ہاتھ پر بوسہ دینا جائز ہے

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس پر یوں فیصلہ فرماتے ہیں: وبوسہ دادن دستِ عالم راجائز است وبعض گفتہ اند مستحب است۔ (اشعۃ اللمعات ص ۲۱ ج ۴) یعنی عالم پرہیزگار کے ہاتھ پر بوسہ دینا جائز ہے۔ بعض نے اس کو مستحب کہا ہے۔ حضرت علامہ شامی وحضرت شیخ عبدالحق دہلوی علیہم الرضوان کے فتاوجات کی عبارات پڑھنے کے بعد

'امید ہے کہ یار کے دل میں اتر جائے گی یہ بات میری'

بوسہ دینے کے باب میں مشہور حدیث جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حجر اسود کو بوسہ دینے کا ذکر ہے ایمان کی تازگی کے لئے سماعت فرمائیں اور آخری راوی زید بن اسلم انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں:

قَالَ رَأَیْتُ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ لَوْلَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ۔

(بخاری شریف جلد ا ص ۲۱۸)

راوی کا فرمان ہے کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو میں نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اے حجر اگر تجھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوسہ نہ دیا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

امام مسلم نے مسلم شریف باب ذکر حج ص ۴۱۲ ج ۱ میں مختلف الفاظ سے اس حدیث شریف کو ذکر فرمایا۔

امام غزالی علیہ الرحمہ نے احیاء العلوم شریف کے صفحہ ۲۴۹ جلد ا پر اس حدیث شریف کو بیان فرمایا ہے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حجر اسود کو بوسہ دینا

وَهُوَهٰذَا وَقَبَّلَهٗ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اِنَّكَ حَجَرٌ "لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اِنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُكَ مَاقَبَّلْتُكَ ثُمَّ بَکٰی حَتّٰی عَلَانَشِیْجُهٗ فَالْتَفَتَ اِلٰی وَرَائِهٖ فَرَاٰءَ عَلِیًّا کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَرَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ یَااَبَاالْحَسَنِ هٰهُنَا تُسْکَبُ الْعِبَرَاتُ وَتُسْتَجَابُ الدَّعْوَاتُ فَقَالَ عَلِیٌّ" رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَااَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بَلْ هُوَیَضُرُّ وَیَنْفَعُ قَالَ وَکَیْفَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمَّا اَخَذَ الْمِیْثَاقَ عَلَی الذُّرِّیَّةِ کَتَبَ عَلَیْهِمْ کِتَابًا ثُمَّ اَلْقَمَهٗ هٰذَا الْحَجَرَ فَهُوَ یَشْهَدُ لِلْمُؤْمِنِ بِالْوَفَاءِ وَیَشْهَدُ عَلَی الْکَافِرِ بِالْجُحُوْدِ وَقِیْلَ فَذٰلِكَ هُوَ مَعْنٰی قَوْلِ النَّاسِ عِنْدَ الْاِسْتِلَامِ اَللّٰهُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ۔ (احیاء العلوم جلد ا صفحہ ۲۴۹)



ترجمہ۔ اور بوسہ دیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجر اسود کو اور فرمایا میں تجھے خوب جانتا ہوں اے حجر اسود کہ نہ تو ضرر دیتا ہے اور نہ ہی نفع اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ پھر روئے یہاں تک کہ آپ کے رخسار تر ہوگئے۔ پھر آپ پیچھے کی طرف پھرے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور فرمایا اے ابوالحسن یہاں عبرتیں پائی جاتی ہیں اور دعائیں قبول کی جاتی ہے۔ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ اے امیر المؤمنین یہ حجر اسود ضرر بھی دیتا ہے اور نفع بھی۔ فرمایا وہ کیسے حضرت مولےٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب اولادِ آدم علیہ السلام سے پختہ وعدہ لیا تو ان پر لکھا پھر اس حجر اسود کو گواہ کیا۔ پس یہ مومن کے حق میں قیامت کو وفاداری اور کافر کے حق میں جفاو بے وفائی کی شہادت دے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بوسہ دینا

فائدہ: جب محبت واتباع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حجر اسود شریف کو بوسہ دیا جانا عین ایمان وفلاح عاقبت ہے تو نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چومنے اور بوسہ دینے میں کونسی خرابی ہے۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ نام نامی





اسم گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چومنا یہ پیاری سنت سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے سنیئے حضرات وَالسَّاعَةُ كَانَ عِنْدَ اَبِيْهِ اٰدَمَ فَضَمَّهُ اِلَيْهِ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَقَالَ اَلْبِشْرُ حَبِيْبِىْ فَاَنْتَ سَيِّدُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ۔ (حجت اللہ علی العٰلمین لعلامہ یوسف نبہانی صفحہ ۲۲۵)

یعنی جب یہ گوہر یگانہ بے مثل نور ذاتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے پاس تھا تو آدم علیہ السلام نے اپنی طرف ملایا اور پھر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا خوش ہو جاؤ اے حبیب آپ اولین آخرین کے سردار ہیں۔ پھر رضوی کیوں نہ کہے کہ ''شہد سے میٹھا ہے نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' مگر نجدی کی غارِ جگر میں کیوں سوز و جلن ہے۔

سچ فرمایا امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
''ارے تجھے کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے''

ضیاء دل کے لئے مزید میدانِ محبت میں آگے قدم بڑھائیں اور یہ سلیم دل کی راحت بھی ہوگی اور مریض قلب کی شفا بھی:

دوسو سال کا گنہگار نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
اسم گرامی چومنے سے نجات پا گیا

وَاَخْرَجَ اَبُوْنُعَيْمٍ فِى الْحِلْيَةِ عَنْ وَهْبٍ قَالَ كَانَ فِىْ بَنِىْ

إِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ" عَصَى اللّٰهَ مِائَتَى سَنَة ثُمَّ مَاتَ فَأَخَذُوْهُ فَأَلْقُوْهُ عَلٰى مَزْبَلَةٍ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى مُوْسٰى أَنْ أَخْرِجْ فَصَلِّ عَلَيْهِ قَالَ يَارَبِّ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ شَهِدُوْا أَنَّهُ عَصَاكَ مِائَتَى سَنَةً فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ هٰكَذَا كَانَ كُلَّهَا نَشَرَ التَّوْرَاةَ وَنَظَرَ إِلٰى إِسْمِ مُحَمَّدٍ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهُ وَوَضَعَهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ وَصَلّٰى عَلَيْهِ شَكَرْتُ لَهُ ذٰلِكَ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَهُ وَزَوَّجْتُهُ سَبْعِيْنَ حُوْرَاءَ۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۱۶ ج ۱)

ترجمہ: ابونعیم نے اپنے حلیہ میں حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے تخریج فرمائی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے دوسو سال اللہ رب العزت کی نافرمانی کی جب مرا تو بنی اسرائیل نے اس کو گندگی پر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی فرمائی کہ جائیے اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یارب العلمین بنو اسرائیل نے اس کی دوسو سال کے گناہگار ہونے کی گواہی دی ہے آپ کی نظر عنایت اس پر ہونے کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا اللہ رب العزت نے اے موسیٰ اس آدمی نے ایک مرتبہ تورات شریف کھولی اس میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھا تو اس کو چوما اور اپنی آنکھوں پر رکھا اس وجہ سے میں نے اس کی قدر کی اور اس کے گناہ معاف فرمادیے بلکہ میں نے جنت میں ستر حوروں

کے ساتھ اس کا نکاح کردیا ہے۔

سبحان اللہ کیا کرم خداوندی ہے کہ محبوب کا نام چومنے والا دوسو سال کا گناہ گار پاپی آدمی بخشش پا کر جنت کی ستر حوروں کا مخدوم بنا۔

دوستاں را کجا کنی محروم چونکہ بدشمناں نظرداری

عزیزانِ ملت جب ایک یہودی کو نام مقدس چومنے سے یہ انعام حاصل ہے تو غلامانِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کیوں نہیں؟ ضرور ہے اور ہوتا رہے گا۔

ہو توفیق ادباً چومنا نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
للہ ہو فلاح رضوی بنام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مشکل ہے سفر اور نجد کا خطرہ بھی
خدا کرے ہو فضل حق بنام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
ہر مشکل کی دوا الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محبت وفیوض برکات کے سلسلہ میں تسلیمات سبع کی تفصیل عرض کی جاتی ہے جس کو مفسر قرآن حضرت علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ نے روح البیان میں ذکر کیا ہے۔ اس سے عوام سنی بھائیوں کو روحانی فائدہ بھی ہوگا اور

منکرین کے لئے جان لیوا ہتھیار بھی ثابت ہوگا۔ مذکورہ مفسر علیہ الرحمہ نے

تحت آیت ان اللہ وملائکتہ فرماتے ہیں وَمِنْهَا قَوْلُهٗ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰه

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاخَلِيْلَ اللّٰه

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاصَفِيَّ اللّٰه

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَانَجِيَّ اللّٰه

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاخَيْرَ خَلْقِ اللّٰه

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَااَخْتَارَهُ اللّٰه

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَامَنْ زَيَّنَهُ اللّٰه

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَامَنْ اَرْسَلَهُ اللّٰه

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَامَنْ شَرَّفَهُ اللّٰه

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَامَنْ عَظَّمَهُ اللّٰه

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَامَنْ كَرَّمَهُ اللّٰه

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَااِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاشَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدَ الْاَوَّلِيْنَ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدَ الْاٰخِرِيْنَ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاقَائِدَ الْمُرْسَلِيْنَ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاشَفِيْعَ الْاُمَّةِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاعَظِيْمَ الْهِمَّةِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاحَامِلَ لِوَاءِ الْحَمْدِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاصَاحِبَ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَاقِيَ الْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَااَكْثَرَ النَّاسِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

صَلَوٰتُ اللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَحَمَلَۃِ عَرْشِہٖ وَجَمِیْعِ خَلْقِہٖ
عَلَیْکَ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

(تفسیر روح البیان جلد ۷ ص ۲۳۶)

فرماتے ہیں: ایں صلوٰت را صلوٰت فتح گویند چہل کلمہ است صلوٰتی مبارکست ونزد علماء معروف ومشہور وبہر مرادی کہ بخوانند حاصل گردو ہر کہ چہل بامداد بعد از ادائے فرض بگوید کار فرو بستہ او بکشاید۔

صلوٰۃ والسلام ہر مشکل کی دوا ہے

یعنی اس صلوٰۃ کو صلوٰۃ فتح کہتے ہیں۔ یہ چالیس کلمات ہیں اور علماء کے نزدیک یہ صلوٰۃ مبارک ومشہور ومعروف ہے۔ جس مراد کے لئے پڑھیں وہی حاصل ہوگی۔ جو شخص صبح کے فرض ادا کرنے کے بعد پڑھے گا جو کام اسکا رکا ہوا ہو حل ہوجائے جائے گا۔

عَلَی الْمُصْطَفٰی صَلُّوْا فَاِنَّ صَلَاتَہٗ — اَمَانٌ مِّنَ الْاٰفَاتِ وَالْخَطَرَاتِ
تَحِیَّتُہٗ اَصْلُ الْمُنٰی مِنْ فَاطْلُبُوْا — بِہَا جُمْلَۃَ الْخَیْرَاتِ وَالْبَرَکَاتِ

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھو کیونکہ آپ پر صلوٰۃ پڑھنا ہر خطرات اور بلیات سے امن دینے والی اعلیٰ چیز ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ وُلْدِ اٰدَمَ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَکْرَمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَشِیْرُ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَذِیْرُ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا دَاعِیَ اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَالسِّرَاجِ الْمُنِیْرِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ التَّوْبَۃِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ الرَّحْمَۃِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُصْطَفٰی
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَاقِبُ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَاشِرُ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُخْتَارُ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَاحِی
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَحْمَدُ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ

امن وامان کا یہی تحفہ ہے بس اس کے ساتھ طلب کرو تمام خیر و برکات کیوں حضرات یہ ہے صاحب روح البیان کا فیصلہ اور عمل جو ۱۱۲۷ھ کے متوفی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ والسلام کا یہ کوئی نیا معمول نہیں ہے بلکہ سابقین علمائے امت کا پرانہ محبوب وظیفہ ہے جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ درود و سلام نیا بنالیا گیا ہے وہ خود جاہل ہیں اور دولتِ علم سے خالی ہیں۔ بھائیو یاد کرو پڑھو اور پڑھاؤ اور فائدہ اٹھاؤ۔

فقیر نہایت عاجزی سے التماس کرتا ہے کہ اس عاجز کے لئے بھی دعائے بخشش کریں کہ خداوند کریم اس درود و سلام کا صدقہ ہر مقام مشکل سے آسانی فرمائے۔ آمین

تَمَّتْ بِالْخَیْرِ.

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

طالب دعاء

بندہ محمد انور رضوی

مولانا کی دوسری تالیف

- البرکات
- مَنحُ العینین باسم سیّد الکونین ﷺ
- نجات اہل سنت